ماہنامہ مجلہ

حیاتِ نو

بلریاگنج

ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

"قیامت اس وقت تک واقع نہ ہوگی جب تک دریائے فرات سونے کے پہاڑ کے ظہور کے ساتھ چھٹ نہ پڑے اور اس کے حصول کے لئے لوگ لڑنہ پڑیں چنانچہ اس جنگ کے موقعہ پر ہر سو آدمیوں میں سے ۹۹ مقتول ہوں گے اور ہر شخص یہ سوچے گا کہ شاید میں ہی وہ شخص ہوں جو بچ جاؤں۔

(صحیح البخاری کتاب فتن باب خروج النار ۷۱۱۹/۱۳)

انجمن طلبہ قدیم جامعۃ الفلاح کا ترجمان

ماہنامہ مجلہ

حیات نو

بلریاگنج

جلد نمبر: ۱۹

صفر ۱۴۲۴ھ
اپریل ۲۰۰۳ء

شمارہ نمبر: ۴

مدیر مسئول
ابوالمکارم فلاحی

مدیر معاون
انیس احمد فلاحی مدنی

❋ سالانہ زر تعاون: 90-00 روپے
❋ خصوصی زر تعاون: 100-00 روپے
❋ بیرون ملک سے: 25-00 امریکی ڈالر

❋ طلبہ کے لئے: 80-00 روپے
❋ اعزازی زر تعاون: 1000-00 روپے
❋ قیمت فی شمارہ: 9-00 روپے

☐ اس دائرے میں سرخ نشان کا مطلب ہے کہ آپ کی مدت خریداری ختم ہو چکی ہے
لہذا جلد از جلد سالانہ زر تعاون ارسال فرمائیں۔

مضمون نگار کی رائے سے ادارے کا متفق ہونا ضروری نہیں ہے۔

ترسیل زر کا پتہ: دفتر ماہنامہ "مجلہ حیات نو" جامعۃ الفلاح
بلریاگنج، اعظم گڑھ یوپی 276121۔ فون نمبر 05466-225115,

نقوش حیات نو

اداریہ:

بغداد پر وحشیانہ امریکی حملے کے اغراض ومقاصد — انیس احمد — ۳

مقالات:

قیامت کی نشانیاں — یوسف الوابل — ۷

بحث ونظر:

پردہ ایک تقابلی مطالعہ — اے ایچ نعمانی — ۱۲

حرم مکی میں داخل ہونے .....(۱) — ابو عمکاس فلاحی — ۲۸

شبہات حول السنة

ابوعلی الجبائی اور احادیث — ابو عارض فلاحی — ۳۰

مذاہب عالم:

بدھ مت کے فرقے (۳) — انیس احمد مدنی — ۴۳

جامعہ کے لیل ونہار:

ڈاکٹر یوگیندر سنگھ کا خطاب عام — ادارہ — ۴۶

تقریب تقسیم انعامات

تعزیتی جلسہ

وائس چانسلر مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کی جامعہ تشریف آوری

اظہار تعزیت

اداریہ

بغداد پر وحشیانہ امریکی حملے کے اغراض ومقاصد

انیس احمد فلاحی مدنی

عالمی برادری کے شدید احتجاج کے باوجود بھی امریکہ نے بالآخر عراق پر حملہ کردیا۔ اس حملے کی منصوبہ بندی دو دہائی قبل ہی کرلی گئی تھی، اس کے پیچھے واشنگٹن کے متعدد اغراض ومقاصد کارفرما ہیں۔

۱۔ عراق تیل پیدا کرنے والا دنیا کا تیسرا اہم ملک ہے، تیل کے ان عظیم ذخائر پر قبضہ امریکہ کی دیرینہ خواہش رہی ہے کیونکہ اس کے بغیر جدید صنعتی ترقی، ان کی تہذیب وتمدن کی اشاعت وبقاء ممکن نہیں، تیل کے ان عظیم ذخائر پر غلبہ وتسلط کے لئے اس جنگ کی پیشین گوئی نبی اکرم ﷺ نے ان لفظوں میں پہلے ہی کردی تھی:

"عن ابی هريرة رضی الله عنه ان رسول الله ﷺ قال: "لاتقوم الساعة حتی يحسر الفرات عن جبل من ذهب يقتتل الناس عليه فيقتل من كل مائة تسعة وتسعون ويقول كل رجل منهم لعلی اكون انا الذی انجو" (صحيح البخاری كتاب الفتن باب خروج النار ۷۸/۱۳)

ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: "قیامت اس وقت تک واقع نہ ہوگی جب تک دریائے فرات سونے کے پہاڑ کے ظہور کے ساتھ پھٹ نہ پڑے اور اس کے حصول کے لئے لوگ لڑ نہ پڑیں، چنانچہ اس جنگ کے موقعہ پر ہر سو آدمیوں میں سے ۹۹ مقتول ہوں گے، اور ہر شخص یہ کہے گا کہ شاید میں ہی وہ شخص ہوں جو بچ جاؤں۔

مشہور مصری محقق محمد فہیم ابوعبیہ کے نزدیک سونے کے پہاڑ سے مراد پٹرول کے وہ عظیم ذخائر ہیں جو وادی فرات میں پائے جاتے ہیں۔ (النہایۃ فی الفتن والملاحم: ۱/۲۰۸) اور ان کی اس رائے کی تائید موجودہ عراقی وامریکی جنگ سے بھی ہورہی ہے کیونکہ مصریین کے نزدیک یہ

جنگ عراق کے تیل پر قبضہ کے لئے لڑی جارہی ہے۔ جرمن نوبل پرائز یافتہ ادیب گنٹر گراس اور بوکر انعام یافتہ خاتون اہل قلم امریکی مہم کو تیل کی لالچ پر مبنی قرار دیتے ہیں۔ (ہندوستان ٹائمز ۶/فروری ۲۰۰۳ء)

۲۔ اس جنگ کا دوسرا عظیم مقصد عظیم تر اسرائیل کے قیام کی راہ میں حائل رکاوٹوں کا ازالہ ہے۔ عظیم تر اسرائیل کی سرحدیں دریائے نیل سے فرات تک وسیع ہیں، اس کے قیام میں مسیحی برادری کا تعاون انا جیل کی ان تصریحات کی وجہ سے ہے جن میں اس بات کی صراحت ہے کہ القدس پر یہودی تسلط اور مسجد اقصیٰ کی جگہ ہیکل کی تعمیر کے بعد ہی عیسیٰ مسیح علیہ السلام کا دوبارہ نزول ہوگا۔

اس مقصد کی جانب برطانوی وزیر اعظم مسٹر ٹونی بلیر نے اپنے ایک خطاب میں یوں روشنی ڈالی ہے کہ انھوں نے اور مسٹر بش نے یہ طے کر رکھا ہے کہ ریاست اسرائیل کی ہر قیمت پر حفاظت کی جائے گی، بالفاظ دیگر اس کے لئے جو بھی خطرہ بنے گا یا بنتا ہوا نظر آئے گا اس کے خاتمے کی کوشش کی جائے گی۔

مشرق وسطی میں اس جنگ کے مذکورہ بالا مقصد کا اندازہ عراق کے نائب وزیر اعظم طارق عزیز کے حالیہ انٹرویو سے لگایا جا سکتا ہے، جس میں انھوں نے کہا کہ "دنیا والوں کو معلوم نہیں کہ امریکہ و برطانیہ نے کیا منصوبہ بنا رکھا ہے اور ساری دنیا کی مخالفت کے باوجود جنگ کیوں کر رہے ہیں: دونوں کا منصوبہ یہ ہے کہ عراق کو کرد، سنی، شیعہ علاقوں پر مشتمل تین نیم خود مختار ریاستوں میں تقسیم کر دیا جائے، امریکہ اور برطانیہ عراقی تیل کے بلا شرکت غیرے مالک ہوں گے، عراق میں جو کٹھ پتلی حکومت بنائی جائے گی وہ امریکہ اور برطانیہ سے طویل مدت تک ہتھیار خریدنے کا اعلان کرے گی، اور تیل کے بدلے ہتھیار کا معاہدہ کرے گی، نیز اس حکومت سے امریکہ جمہوریت کی بحالی اور صدام کے ہٹانے کے نام پر جنگ کے اخراجات وصول کرے گا، عراق کی فتح تمام عرب ریاستوں اور فلسطینیوں اور خاص طور پر ایران کو امریکہ کی فرمانبرداری پر مجبور کر دے گی، امریکی منصوبے کے مطابق شام سے کہا جائے گا کہ لبنان میں موجود حزب اللہ کی

پشت پناہی ترک کر دے اور جن فلسطینی تنظیموں کی وہ مدد کر رہا ہے اسے بند کر دے ورنہ جنگ کے لئے تیار رہے اس کے بعد ایران سے کہا جائے گا کہ وہ اسرائیل کی بالادستی کو قبول کر کے اس کی زیر نگرانی کام کرے امریکہ فرانس کو خوش کرنے کے لئے شام کے صدر بشر الاسد کو ہٹانے کی کوشش کرے گا، دوسری عرب ریاستوں میں بھی بڑی بڑی تبدیلیاں کی جائیں گی۔

۳۔ عراق کے خلاف یہ جنگ اس تہذیبی جنگ کا حصہ ہے جس کا اعلان جارج واکر بش نے ۱۱ر ستمبر کے حملوں کے بعد کیا تھا، مشرق وسطی میں تسلط کے ذریعہ امریکہ ساری دنیا میں پھیلے مدارس و مکاتب اور دعوتی مراکز کی امداد پر قدغن لگا سکتا ہے۔

۴۔ عراق کے خلاف یہ جنگ تیسری عالمی جنگ کا پیش خیمہ بن سکتی ہے جسے بائبل میں "آرمیگاڈان" اور احادیث نبویہ میں "الملحمۃ العظمیٰ" کہا گیا ہے، اور جو عراق سے شروع ہو کر دمشق اور فلسطین کے قرب و جوار میں ختم ہوگی۔ اس جنگ عظیم کا نقشہ بائبل میں کچھ یوں بیان کیا گیا ہے۔

"اقوام کے شہر تہس نہس ہو گئے جزیرے اور پہاڑ لاپتہ ہو گئے" یہ ایٹمی جنگ ہوگی، جس سے دنیا تباہ ہو جائے گی، جیسا کہ حزقی ایل (باب ۳۸-۳۹) میں بیان کیا گیا ہے: "آگ اور اولا برسے گا زبردست لرزہ طاری ہوگا جس سے پہاڑ گرنے لگیں گے، اور دیواریں زمین بوس ہونے لگیں گی"

احادیث نبویہ میں اس کا نقشہ یوں کھینچا گیا ہے: "قیامت سے پہلے چھ عظیم نشانیاں ظاہر ہوں گی، ان میں سے ایک نشانی تمہارے درمیان اور رومیوں کے درمیان واقع ہونے والی صلح ہے، پھر وہ دھوکہ دیتے ہوئے ۸۰ جھنڈوں کے تحت آئیں گے ہر جھنڈے کے تحت ۱۲ ہزار فوج ہوگی" (بخاری)

اس عظیم عالمی جنگ کے وقت ہونے والے واقعات کی جانب آپ ﷺ نے ان لفظوں میں اشارہ کیا ہے: "دشمنان اسلام یعنی رومی اہل اسلام سے جنگ کے لئے یکجا ہوں گے، اس جنگ کے موقعہ پر ارتداد کی لہر چل پڑے گی، مسلمانوں کا پہلا دستہ موت یا غلبہ کی آرزو لے کر

نکلیں گے اور شام تک جنگ جاری رہے گی اور وہ دستہ شہید ہو جائے گا پھر دوسرے دن دوسرا دستہ موت یا غلبہ کا عہد لے کر نکلے گا اور پھر تیسرے دن تیسرا دستہ اور کسی کو فتح نصیب نہ ہوگی، چوتھے دن بقیہ اہل اسلام نکلیں گے جنہیں شکست ہوگی اور ایک اتنی عظیم تعداد کام آئے گی جس کی سابقہ جنگوں میں نظیر نہیں ملے گی سو افراد پر مشتمل خاندان کا صرف ایک فرد باقی بچے گا" یہ وہ وقت ہوگا جب دجال کا خروج ہوگا"

پھر اس جنگ کا ایک اہم معرکہ شام کے شہر اعماق اور دابق میں لڑا جائے گا جس میں ایک تہائی مسلمان شکست کھا کر پیچھے بھاگ جائیں گے اور ایک تہائی شہید ہوں گے اور ایک تہائی کو فتح نصیب ہوگی، اور پھر یہی دستہ دوبارہ قسطنطنیہ کو فتح کرے گا" (صحیح مسلم: ۱۸/۲۱)

اس حدیث میں واضح طور پر یہ بشارت وارد ہے کہ انجام مومنوں کے حق میں ہوگا اور رومیوں کو بالآخر شکست نصیب ہوگی۔

یہی وہ لمحات ہوں گے جب دجال کا فتنہ پوری روئے زمین پر پھیلا ہوگا عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام اس فتنہ کو ختم کرنے کے لئے فلسطین میں دجال سے جنگ کریں گے دجال کے ساتھ ستر ہزار یہودی ہوں گے عیسیٰ علیہ السلام اسے بیت المقدس کے قریب "لد" کے مقام پر قتل کریں گے۔ ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: "قیامت اس وقت تک واقع نہ ہوگی جب تک کہ مسلمان یہودیوں سے جنگ نہ کرلیں، چنانچہ مسلمان یہودیوں کو قتل کریں گے یہاں تک کہ درخت و پتھر کے پیچھے یہودی چھپ جائیں گے تو وہ درخت اور پتھر کہے گا اے مسلم، اے عبداللہ یہ میرے پیچھے یہودی چھپا بیٹھا ہے، آ اسے قتل کر سوائے غرقد کے درخت کے کیونکہ وہ یہودیوں کا درخت ہے۔ (صحیح بخاری، کتاب الجہاد، باب قتال الیہود ۶/۱۰۳)

یہ برکتوں کے ظہور اور اسلام کے غلبہ کا وقت ہوگا، یہود ذلیل ہوں گے اور صلیب سرنگوں، امن و امان عام ہوگا یہاں تک کہ سانپ اونٹوں کے ساتھ، چیتے گائیوں کے ساتھ، بھیڑیے بکریوں کے ساتھ اور بچے سانپوں کے ساتھ چریں گے اور کوئی کسی کو نقصان نہ پہنچائے گا۔ ☆☆☆

مقالات

قیامت کی نشانیاں

(۵)

یوسف ابوالہل

۳۲۔ نیک لوگوں کی قلت : قیامت کی نشانیوں میں سے ایک اہم نشانی نیک لوگوں کا اس دنیا سے ختم ہو جانا ہے حتیٰ کہ بالکل آخری زمانے میں صرف برے لوگ ہی باقی رہ جائیں گے اور انہیں پر قیامت واقع ہوگی۔

عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا: قیامت اس وقت تک واقع نہ ہوگی جب تک کہ اللہ تعالیٰ زمین سے نیک لوگوں کو نہ اٹھا لے تو زمین پر صرف رذیل اور گھٹیا قسم کے لوگ باقی رہ جائیں گے جو نہ کسی معروف کو پہچانیں گے اور نہ ہی کسی منکر پر اظہار نکیر کریں گے۔ (مسند احمد ۱۱/۱۸۱، ومستدرک الحاکم)

فریضہ امر بالمعروف والنہی عن المنکر کے چھوڑ دینے کے نتیجے میں برائیاں عام ہو جائیں گی اور برائیوں کے عام ہونے کی صورت میں نازل ہونے والے عذاب کی زد میں نیک و بد سبھی آئیں گے۔ بخاری شریف میں ہے: آپ ﷺ سے پوچھا گیا کہ کیا ہم ہلاک کر دیے جائیں گے درانحالیکہ ہم میں بھی نیک لوگ بھی ہوں گے؟ آپ ﷺ نے فرمایا ہاں جب برائیاں زیادہ ہو جائیں گی تو ایسا ہوگا

(صحیح بخاری ۱۳/۱۱)

۳۳۔ اراذل کا مناصب پر تسلط : قیامت کی نشانیوں میں سے ایک اہم نشانی گھٹیا اور برے لوگوں کے ہاتھوں میں جملہ امور کا چلا جانا ہے، یہ نشانی بھی ظاہر ہو چکی ہے اب عموماً لوگوں کے معاملات کے ذمہ دار کم فہم جاہل اور فاسق و فاجر لوگ ہوتے ہیں، عہد نبوی اور خلافت راشدہ میں ذمہ دار وہ شخص بنایا جاتا تھا جو اپنے قبیلہ کا سب سے زیادہ امین اور متقی رہا ہو

لیکن اب صورتحال بالکل اسکے برعکس ہوگئی ہے، اس کا قیامت کی نشانیوں میں سے ہونا متعدد صحیح احادیث سے ثابت ہے، صحیح بخاری میں ہے: "جب معاملات غیر مستحق لوگوں کے حوالے کئے جانے لگیں تو قیامت کا انتظار کرو۔" (کتاب الرقاق، باب رفع الامانۃ ۱۱/۳۳۲)۔

صحیح مسلم میں ہے "جب ننگے پاؤں رہنے والے چرواہے لوگوں کے سردار بن جائیں تو یہ قیامت کے قریب ہونے کی علامت ہوگی۔" (ج ۱/۱۹۳)۔ ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ نیک و صالح لوگوں پر برے لوگوں کا غلبہ قیامت کی نشانیوں میں سے ہے۔ (مجمع الزوائد ۷/۳۲۷)

مسند احمد میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: "دنیا اسوقت تک فنا نہ ہوگی جبتک اسکی نعمتیں لذتیں اور اس کا اقتدار گھٹیا ترین لوگوں کے ہاتھ میں نہ چلا جائے" (فیض القدیر ۵/۳۹۴)

۳۴۔ اپنی پہچان کے لوگوں کو سلام قیامت کی ایک نشانی یہ بھی ہے کہ سلام صرف اپنی پہچان کے لوگوں سے کیا جائے گا۔ عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں: "قیامت کی نشانیوں میں سے یہ بھی ہے کہ آدمی محض پہچان ہونے کی بناء پر کسی کو سلام کرے"۔ (مسند احمد ۵/۳۲۶)۔ ایک دوسری روایت میں ہے کہ: "قیامت سے پہلے صرف مخصوص لوگوں کو سلام کیا جائے گا۔ (مسند احمد ۵/۳۳۳)

مخصوص لوگوں کو سلام کرنا خلاف سنت ہے، نبی ﷺ نے ہر ایک سے سلام کرنے کا حکم دیا ہے کیونکہ اس سے باہم محبت والفت کی فضا قائم ہوتی ہے جس سے اس ایمان کی آبیاری ہوتی ہے جو جنت میں دخول کا سبب ہے، صحیح مسلم میں ہے: "تم لوگ جنت میں اسوقت تک داخل نہ ہوگے جب تک ایمان نہ لاؤ اور تمہارا ایمان اسوقت تک کامل نہ ہوگا جب تک باہم محبت نہ کرو، کیا میں تمہیں اس چیز کی خبر نہ کروں جسے اگر تم بجالاؤ تو باہم دگر محبت کرنے لگو، اپنے درمیان سلام کو عام کرو" (کتاب الایمان ۲/۳۵)

۳۵۔ چھوٹے لوگوں سے کسب فیض کرنا: ابوامیہ الجمحی رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا: قیامت کی تین اہم نشانیاں ہیں: ان میں سے ایک

چھوٹے لوگوں سے علم کا حصول بھی ہے" (کتاب الزہد ابن المبارک مع حدیث رقم ۶۱)

عبداللہ بن المبارک سے "اصاغر" کی تشریح پوچھی گئی تو آپ نے فرمایا: چھوٹے لوگوں سے مراد وہ لوگ ہیں جو اپنی خواہشات کے مطابق اور بلا دلیل کے فتوی دیتے ہیں، عمر میں چھوٹا ہونا مراد نہیں"۔

عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں: "لوگ برابر خیر وعافیت سے رہیں گے جب تک علم انکے پاس صحابہ کرام اور انکے بڑوں کی جانب سے آتا رہے گا اور جب چھوٹوں کی جانب سے انکے پاس علم آنے لگے اور انکی رغبات اور میلانات مختلف ہو جائیں تو وہ ہلاک و برباد ہو جائیں گے۔ (کتاب الزہد لابن المبارک، حدیث رقم ۸۱۵)

۳۶۔ مومن کے خوابوں کا سچا ہونا: آخری زمانے میں مومن کے خواب سچے ہوں گے جس کا ایمان جتنا سچا ہوگا اس کا خواب بھی اتنا ہی سچا ہوگا۔ جب قیامت قریب آجائے گی تو مسلمان کا خواب جھوٹا نہ ہوگا اور تم میں اس شخص کا خواب زیادہ سچا ہوگا جسکی بات زیادہ سچی ہوگی، اور مسلمان کا خواب نبوت کے پینتالیس ۴۵ اجزاء میں سے ایک جزء ہے۔ (صحیح مسلم کتاب الرؤیا ۱۵/۲۰)

ابن ابی حمزہ کہتے ہیں: آخری زمانے میں مومن کے خواب کے سچ ہونے کا مطلب یہ ہیکہ وہ اتنے واضح انداز میں نظر آئیں گے جسمیں تعبیر کی گنجائش نہ ہوگی کہ اسمیں جھوٹ شامل ہو سکے۔ آخری زمانے کی تحدید کے سلسلے میں علماء کی تین رائیں ہیں:

(۱) جب قیامت قریب ہو جائے گی، علم اٹھا لیا جائے گا جنگ کی کثرت اور فتنوں کی بناء پر شریعت کے نشانات مٹ جائیں گے تو لوگ کسی ایسے مجدد کے محتاج ہوں گے جو انھیں دین کی تعلیم دے جس طرح پچھلی امتوں کو انبیاء کے ذریعہ انکی شریعت کی یاد دہانی کرائی جاتی تھی۔ اور چونکہ یہ امت آخری امت ہے، نبوت ورسالت کا سلسلہ بند ہوگیا ہے اس لئے مومنین ایسے خوابوں سے نوازے جائیں گے جو ڈھارس دینے اور بشارت کا کام دیں گے۔

(۲) ایسا اسوقت ہوگا جب مومنین کی تعداد کم ہو جائے گی، اور ان پر بھی جہل وفسق کا غلبہ ہوگا تو انکی

د کے لئے سچے خوابوں سے انھیں تعظیم وتسلی کے طور پر نوازا جائے گا۔

یہ دونوں اقوال قریب قریب ہیں یعنی جب دین مٹنے لگے گا تو اسوقت مومن کے خواب سچ ہوں گے۔

(۳) یہ چیز عیسیٰ بن مریمؑ کے عہد کے ساتھ خاص ہے کیونکہ آپکے زمانے کے لوگ عہد اول کے مسلمانوں کے بعد دینی اعتبار سے سب سے اچھی حالت میں ہوں گے لہذا انکے خواب جھوٹے نہ ہوں گے۔

۳۸. **تحریر کا عام ہوجانا :** عبداللہ بن مسعودؓ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: ''قیامت کی نشانیوں میں سے ایک نشانی قلم کا ظہور ہے (مسند احمد ۳۳۳/۵) ظہور قلم سے مراد تحریر کا عام ہونا ہے یعنی آخری زمانے میں علم کے وسائل عام ہوجائیں گے یعنی پریس اور فوٹو مشینوں کی بنا پر کتابیں حد سے زیادہ ہوجائیں گی اور انکے باوجود بھی لوگوں کے اندر صحیح علم کم رہے گا، چنانچہ کتابوں کی کثرت کے باوجود بھی کتاب وسنت کے علم سے لوگ عاری ہیں۔ (دیکھئے اتحاف الجماعۃ ۴۲۸/۱)

۳۹. **اسلام کی سنتوں سے اعراض :** قیامت کی نشانیوں میں سے ایک نشانی اسلامی شعائر کی ناقدری بھی ہے، ابن مسعودؓ روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا: ''قیامت کی نشانیوں میں سے یہ بات بھی ہے کہ آدمی مسجد سے گزرتے جائے گا اور دو رکعت نماز نہ پڑھے گا'' (صحیح ابن خزیمہ ۲۸۳/۱)

مسند البزار میں ہے ''قیامت کی نشانیوں میں سے انسان کا مسجد سے اس حال میں گزر جانا بھی ہے کہ انسان تحیۃ المسجد نہ ادا کرے'' (۳۲۹/۷) اور مسند الطیالسی میں ہے کہ مسجدوں کو گزرگاہ بنالینا قیامت کی نشانی ہے (۳۱۲/۲)

مسجد کو گزرگاہ بنالینا جائز نہیں، اس سے مسجدوں کی تحقیر ہوتی ہے جبکہ مسجدیں شعائر میں داخل ہیں ان کا احترام واجب ہے، ارشاد رسول ہے: جب تم میں سے کوئی مسجد آئے تو اسوقت تک نہ بیٹھے جب تک کہ دو رکعت نہ ادا کرلے۔ (صحیح مسلم ۲۲۵/۵)

یہ کتنی عظیم مصیبت ہے کہ کتنی ہی مسجدیں کافروں اور مشرکوں کے لیے سیر وتفریح کی جگہ بن گئیں اور خصوصاً ان علاقوں میں جو مشرکوں کے قبضے میں ہیں، ''لاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم''۔

۴۰. **ھلال کا بڑا طلوع ہونا :** عبداللہ بن مسعودؓ روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا: ہلال کا پھول جانا قیامت کی نشانیوں میں سے ہے، (مجمع الزوائد ۱۳۹/۳) علامہ البانی نے اسے صحیح قرار دیا ہے، ایک دوسری حدیث میں پھول جانے کی تفسیر یوں کی گئی ہے کہ قیامت کی نشانیوں میں سے ایک رات کا چاند دو رات کا نظر آنا ہے، (مجمع الزوائد ۳۲۵/۷)

۴۱. **کذب کا ظہور اور خبروں کی روایت میں بے احتیاطی:**

ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: ''میری امت کے آخر میں کچھ ایسے لوگ پیدا ہوں گے جو تم سے ایسی حدیثیں بیان کریں گے جنھیں نہ تم نے سنا ہوگا اور نہ ہی تمہارے آباء واجداد نے پس تم ان سے ہوشیار رہو''۔ (صحیح مسلم ۷۸/۱)

ایک دوسری روایت میں ہے آخری زمانے میں چند کذاب اور دجال پیدا ہوں گے جو تمہارے پاس ایسی باتیں لائیں گے جنھیں نہ تم نے سنا ہوگا اور نہ تمہارے آباء واجداد نے پس ان سے چوکنا رہنا وہ تمہیں گمراہ نہ کرسکیں اور نہ ہی فتنے میں ڈال سکیں۔ (صحیح مسلم ۷۸/۱)

۴۲. **جھوٹی گواہیوں کی کثرت :** جھوٹی گواہی کی کثرت اور حق کو چھپانا قیامت کی نشانیوں میں سے ہے، عبداللہ بن مسعودؓ کی حدیث میں ہے ''قیامت سے پہلے جھوٹی گواہی عام ہوجائے گی اور لوگ حق بات کو چھپائیں گے (مسند احمد ۳۳۳/۵)۔

عصر حاضر میں جھوٹی گواہی بالکل عام ہوچکی ہے جسکی وجہ سے ظلم وزیادتی اور حقوق کا ضیاع حد سے زیادہ بڑھ گیا ہے، جھوٹی گواہی کا ظہور لوگوں کے دلوں سے خدا کے خوف کے نکل جانے اور ایمان کے بالکل کمزور ہوجانے کی واضح دلیل ہے۔

☆☆☆☆☆

بحث ونظر

پردہ

ایک تقابلی مطالعہ

(آخری قسط)

اے۔ ایچ۔ نعمانی
(اسلامک ریسرچ سینٹر۔ لکھنؤ)
ترجمہ: عبدالرحمٰن زریاب فلاحی

آیئے ہم یہ جاننے کی کوشش کریں کہ کیا نئی دنیا کی عورت حجاب کو عورت پر ظلم وزیادتی تصور کرتی ہے یا مردوں کے ناجائز انتفاع سے بچاؤ کا ذریعہ۔

یہاں ہم دنیا کے مختلف حصوں سے حجاب کا تجربہ رکھنے والی جدید عورتوں کے تحریر کردہ تین خطوط پیش کر رہے ہیں یہ خطوط مسئلہ زیر بحث کی حقیقی صورت کو واضح کرتے ہیں کیونکہ ان عورتوں نے فی الواقع اپنی زندگی دونوں حالتوں، یعنی پردہ و بے پردہ۔ میں گزاری ہے، لہذا وہ مسئلہ کو دونوں پہلوؤں سے بہتر طریقہ سے حل کر سکتی ہیں، ان کے مطابق حجاب کا تصور برخلاف مقبول رائے کے عورت کے اختیار کے انتہائی بنیادی پہلوؤں میں سے ایک ہے۔

"پہلا خط" متحجب بہن صبیحہ، ایک نو مسلمہ

اس ۲۵ دسمبر کو تین سال کی مدت پوری ہو جائے گی جب میں نے دو مسلم بہنوں کے سامنے کھڑے ہو کر اپنے اسلام یعنی کلمہ شہادت کا برسرعام اعلان کیا تھا اور اس طرح سے میں نے اپنے آپ کو خود ساختہ غلامی کی زنجیروں سے آزاد کر لیا تھا بے یقینی اور لا اعتقادی کے اندھیروں سے باہر نکل کر اسلام کی روشنی میں داخل ہونے پر مجھے عجیب احساس ہونے لگا کہ وہ چیزیں یعنی حجاب جو شروع میں مجھے حلقہ بگوش اسلام ہونے سے متنفر کرتی تھیں اب تو انھیں میں آزادی مل رہی ہے، اگرچہ میں لوگوں کو دیکھ پانے پر خود مجھ پر پھبتیاں کستے، تنقیدیں کرتے، مذاق اڑاتے، اور

عجیب نظروں سے گھورتے ہوئے دیکھتی ہوں لیکن پھر بھی اس پردے میں اپنے آپ کو باعزت، باوقار اور محفوظ سمجھتی ہوں، لفظ "حجاب" عربی زبان کا لفظ ہے جس کے معنی نظر سے چھپانا اور مخفی رکھنا ہے، چونکہ مجھے اکثر غلطی سے راہبہ یا دہشت گرد تصور کر لیا جاتا ہے، یہ اللہ ہی بہتر جانتا ہے کہ ان سب بکواس اور فضول باتوں میں کون کیا چھپاتا ہے، یا کبھی ہر جگہ ظلم وزیادتی کا شکار عورت کا ترجمان مجھے گردانا جاتا ہے لیکن ان سب کے باوجود مجھے لگتا ہے کہ بہت ساری عورتوں کے پردہ کے متعلق لوگوں کا جو ردعمل ہے وہ کسی کے مسلمان ہونے کے لئے صحیح ترین امتحان کی حیثیت رکھتا ہے، ہمیں پردہ کے استعمال کی ہدایت کے دوران اللہ نے مسلمان عورتوں کو وہ چیز دی ہے جس کو وہ اللہ کے احکام اور اپنے فرائض کی شکل میں انجام دے سکتی ہیں، اللہ کا ارشاد ہے۔

"ہم کسی نفس کو اس کی طاقت سے زیادہ تکلیف نہیں دیتے اور ہمارے پاس ایک کتاب ہے جو حق کے ساتھ بولتی ہے ان کے اوپر کچھ بھی ظلم نہ کیا جائے گا" (سورۃ المومنون: ۶۲)

بدقسمتی سے شیطان اور اس کے اہم مقصد مسلم عورت کو مخلوق کا غلام بنانے اور اپنے مخلوق کی غلامی کو بھول جانے کی دعوت دیتے ہیں، پاک دامنی، شائستگی، شرافت وسادگی اور تقدس کو مکروفریب کے ذریعہ انفرادی آزادی کی بندش باور کرایا جاتا ہے، اللہ تعالی مسلمانوں کو متنبہ کرتا ہے کہ وہ شیطان کے بہکاوے میں نہ آئیں جیسا کہ حضرت آدم علیہ السلام اور حوا کو شیطان نے بہکایا تھا، فیشن، تہذیب اور جدیدیت کے بھیس میں شیطان بہرحال مسلم عورت کو ناشائستگی اور بے حیائی کا شکار بنانے میں مسلسل کامیاب ہو رہا ہے، تہذیب وتمدن کی صبح نو سے ہی لمبے لباس اور دوپٹے کو "خدا ترسی" اور "عرفان الٰہی" کا حصہ تصور کئے جاتے ہیں، یہاں تک کہ دور اول کے رسل اور ان کی بیویوں کی جو عیسائی تصویریں ہیں وہ اس اسلامی لباس سے کافی مشابہ ہے جس کے استعمال کا مسلم مرد وعورت کو حکم دیا گیا ہے۔

شرافت وپاکیزگی کی یہ روایت قرآن کی اس آیت میں منعکس ہے "اے آدم (علیہ السلام) کی اولاد ہم نے تمہارے لئے لباس پیدا کیا جو تمہاری شرم گاہوں کو بھی چھپاتا ہے اور

موجب زینت بھی ہے اور تقویٰ کا لباس یہ اس سے بڑھ کر ہے" سورۃ البقرۃ ۲۶)

تحریک مساوات نسواں کے دور عروج سے لے کر اب تک مسلسل عورت کے مقام ومرتبہ اور لباس پر پیہم تحقیق وتفتیش ہو رہی ہے، ان "آزاد" عورتوں کے مطابق حجاب نہ صرف یہ کہ سر کو ڈھانکتا ہے بلکہ وہ ذہن، قوت ارادہ اور عقل پر بھی اپنا قفل لگا دیتا ہے، ان کے مطابق ہمارا ضابطہ لباس پرانے طرز کا اور ظالمانہ ہے یہ ہمیں تخلیقی انسان بننے سے روکتا ہے مخالفین جب یہ کہتے ہیں کہ اس جدید دور میں پردہ غیر مطلوب شئی ہے تو در اصل وہ اپنی جہالت کا اظہار کرتے ہیں کیونکہ آج کی دنیا میں جس قدر تیزی سے اخلاقی قدریں مستقل طور سے پامال ہو رہی ہیں، حالات اس کا تقاضا کرتے ہیں کہ حجاب کو اور لازمی قرار دیا جائے ہم اس امر سے بخوبی واقف ہیں کہ جنسی جرائم نے پچھلے سارے ریکارڈ توڑ دیئے ہیں اور آج کی مخلوط سوسائٹی میں "آزاد عورت" "عصمت دری یا جنسی استحصال کے کہیں زیادہ مواقع سے دو چار نظر آتی ہے، وفاقی حکومت کی تحقیق کے مطابق امریکہ میں ہر چھ منٹ پر عصمت دری کا واقعہ رونما ہوتا ہے، جو عورتیں اپنے حسن اور جسم کی نمائش کرتی ہیں اور اپنے کو ہر ایک کی لذت دید کا مرکز بناتی ہیں وہ در اصل اپنے آپ کو ایسے لوگوں کے سامنے پیش کرتی ہے جو انسانی لباس میں بھیڑیے ہیں، اللہ تعالیٰ نے نقصان ہی سے محفوظ رکھنے کے لئے مسلم عورت کے پردہ کا حکم نازل فرمایا ہے، اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق سے بخوبی واقف ہے وہ جانتا ہے کہ جب عورت خود کو دلکش انداز اور ناشائستہ لباس معطر جسم اور میک اپ چہروں کے ساتھ منصۂ شہود پر لاتی ہے تو اس سے معاشرہ کی جنسی کج روی میں اضافہ ہی ہوتا ہے۔ بہت سے ایسے حضرات بھی ہیں جن کی صحیح رہنمائی نہیں کی گئی ہے لہذا یہ لوگ پردہ کو ہمارے ذہن، زندگی اور قلب کا چلتا پھرتا قید خانہ تصور کرتے ہیں، ان مذکورہ الزامات میں سے کوئی بھی صحیح نہیں ہے لہذا انہیں ان کے ناپاک منصوبوں کا شکار نہیں ہونا چاہیے، اس کے لئے ہمیں لازمی طور سے اسلامی پردہ کی اصل ماہیت کو از سر نو سمجھنا چاہیے۔

دوسرا خط منتخب سلطانہ یوسف علی ۱۷ سالہ ہائی اسکول کی طالبہ، جو Toranto Star Young People's Press میں شائع ہوا

"میں غالباً "باغی" کی مزعومہ رائے سے میل نہیں کھاتی، میرے جسم پر کہیں کوئی مار کوٹنے یا چھیدنے کا ذرا سا بھی نشان نہیں ہے، میرے پاس چمڑے کی جاکیٹ بھی نہیں ہے، حقیقت یہ ہے کہ لوگوں کی اکثریت جب مجھے دیکھتی ہے تو ان کا پہلا تصور میرے متعلق عموماً یہی ہوتا ہے کہ میں ایک "مظلوم عورت" ہوں ان میں سے وہ بہادر لوگ جنھوں نے میرے لباس کے متعلق سوال کرنے کا حوصلہ دکھایا مجھ سے عموماً اس طرح کے سوالات کرتے ہیں: "کیا آپ کے والدین اس طرح کا لباس پہننے کے لئے آپ کو مجبور کرتے ہیں؟ یا "کیا وہ لباس آپ کو خراب نہیں لگتا"؟

کچھ عرصہ پہلے مجھ جیسا لباس زیب تن کرنے والی چند لڑکیوں کو Montreal کے اسکول سے نکال باہر کر دیا گیا یہ بڑی عجیب بات لگتی ہے کہ ایک چھوٹا سا کپڑا اس قدر باعث نزاع ہو سکتا ہے غالباً اس کا سبب یہ خوف ہے کہ میں اس پردہ کے نیچے UZI کو پناہ دے رہی ہوں، بلا شبہ یہ معاملہ صرف کپڑے کے ایک ٹکڑے کا نہیں ہے بلکہ اس سے آگے کی چیز ہے میں ایک مسلمان عورت ہوں اور دنیا کی کروڑوں مسلمان عورتوں کی طرح پردہ کا استعمال کرتی ہوں۔ حجاب کا تصور مقبول رائے کے برخلاف، اصلاً عورت کے اختیار کے انتہائی بنیادی پہلوؤں میں سے ایک ہے۔

جب میں اپنے کو محجوب کر لیتی ہوں تو پھر میں کیسی دکھتی ہوں اس کا فیصلہ کرنا واقعۃً لوگوں کے لئے ناممکن ہو جاتا ہے خوبصورتی اور بدصورتی کی بنیاد پر میری درجہ بندی کرنا دشوار ہوتا ہے آج کی سوسائٹی کی زندگی سے ذرا اس کا مقابلہ کیجئے ہم آج لباس، زیورات، بال اور میک اپ کی بنیادوں پر ایک دوسرے کو تقسیم کرتے ہیں، لہذا اس معاشرے میں ہم کس طرح کی گہرائی پا سکتے ہیں؟ ہاں، بالکل صحیح ہے میرا ایک جسم ہے اس دنیا کے اندر لیکن یہ بھی ملحوظ رہے کہ "یہ جسم ایک ذہین دماغ اور مضبوط حوصلہ کا قابل فتح جہاز ہے"

میرا جسم اس لئے نہیں ہے کہ کنوارے اس پر نظر بد ڈالیں یا شراب سے لے کر موٹر کار کو فروخت کرنے کے لئے بطور اشتہار اس کو استعمال کریں، اس دنیا کی تنظیم کے باعث بیرونی

دکھاوے پر اس قدر زور دیا جاتا ہے کہ انفرادی اقدار کا تقریباً کوئی معنی ہی نہیں رہا۔

یہ بات کہ موجودہ معاشرہ میں عورت آزاد ہے بالکل غلط ہے، کس آزادی کا راگ الاپا جاتا ہے جب کہ گلی سے گزرنے والی عورت ہر دم ڈرتی رہتی ہے کہ کہیں کوئی اسے روک نہ لے، جس وقت میں حجاب کا استعمال کر کے باہر نکلتی ہوں تو میں ان تمام مشکلات سے خود کو محفوظ محسوس کرتی ہوں، مجھے اس بات سے اطمینان قلب میسر ہوتا ہے کہ مجھے دیکھ کر۔ میرے اسکرٹ کو دیکھ کر، کوئی میرے کردار پر رائے قائم نہیں کرتا، میرے اور استحصال کرنے والوں کے درمیان حجاب تو ایک رکاوٹ کا کام کرتا ہے میں سب سے پہلے ایک انسانی مخلوق ہوں جو کسی بھی مرد کے برابر ہوتا ہے اور اپنی جنسیت کے باعث غیر محفوظ نہیں ہوں۔

اس دور کے انتہائی غم انگیز حقائق میں خوبصورتی اور عورت کی اپنی شناخت کا مسئلہ بھی شامل ہے، نوجوانوں کی مقبول میگزینوں کا مطالعہ سے آپ فوراً اس امر کی تلاش کر سکتے ہیں کہ کون سا جسمانی ڈھانچہ فیشن کی دنیا میں مقبول عام ہے اور کون فیشن سے باہر ہے اور اگر خدانخواستہ آپ کا جسم مطلوبہ معیار کا نہ ہو تو کیا آپ اسے بدلنے میں نہیں لگ جاتے؟ ان سب کے باوجود اگر آپ کا وزن زیادہ ہے تو پھر آپ خوبصورت ہو ہی نہیں سکتے، کسی بھی اشتہار پر نظریں جمائیے اور دیکھئے کیا کوئی محترمہ سامان کو فروخت کرنے کے لئے استعمال کی جارہی ہیں ان کی عمر کیا ہے؟ وہ کس قدر دلکش ہیں؟ انھوں نے زیب تن کیا کیا ہے؟ اکثر وہ عورت بمشکل اپنی عمر کے ۲۰ ویں سال سے زیادہ کی ہوگی، لمبی سی اور اوسط درجہ کی عورتوں سے کہیں دل ربا، اور نا کافی کپڑوں میں ملبوس، سوال یہ ہے کہ ہم عورتیں اپنے آپ کو کیوں اس کے لئے راضی کرتی ہیں کہ مرد ہمارا اس طریقہ سے استحصال کریں؟

۹۰ کی دہائی کی کوئی عورت اس پر یقین کرنا چاہتی ہو یا نہیں پھر بھی اس کو ایک ڈھانچہ اور قالب بننے کا اختیار کرنے پر مجبور کیا جاتا ہے، خود کو فروخت کرنے اور خود سے مصالحت کرنے پر اس پر دباؤ ڈالا جاتا ہے، یہی وجہ ہے کہ ہم تیرہ سالہ لڑکیوں کو اپنے ہاتھوں سے اپنا گلا گھونٹتے اور

زیادہ وزن والی بالغ عورتوں کو خودکشی کرتے ہوئے پاتے ہیں، جب مجھ سے لوگ پوچھتے ہیں کہ کیا میں خود کو مظلوم سمجھتی ہوں تو میں پوری ایمانداری سے جواب دیتی ہوں کہ نہیں، میرا حجاب استعمال کرنے کا فیصلہ میری اپنی آزادانہ خواہش کا مرہون منت ہے، مجھے یہ بات پسند ہے کہ اب مجھے لوگوں کے اس رویہ پر قابو حاصل ہو رہا ہے جو وہ مجھ میں دیکھنا چاہتے ہیں، مجھے اس حقیقت سے خوشی مل رہی ہے کہ لوگوں کی نظر بد کے لئے میرے پاس کچھ نہیں ہے اور یہ کہ میں نے خود کو صنعت فیشن کے بدلتے معیاروں اور عورتوں کا استحصال کرنے والے دوسرے اداروں کی بندشوں سے آزاد کر لیا ہے۔

میرا جسم، میرا اپنا ذاتی معاملہ ہے، کوئی مجھ سے یہ نہیں کہہ سکتا مجھے کیسا دکھنا چاہیے یا یہ کہ میں خوبصورت ہوں یا بدصورت، میں بخوبی جانتی ہوں کہ میرے لئے ان کے علاوہ بھی بہت کچھ ہے، جب لوگ مجھ سے یہ سوال کرتے ہیں: کیا آپ کی جنسیت کو حجاب کے ذریعہ کچلا نہیں جاتا؟ تو میں بڑے سکون سے ان کو نا میں جواب دینے کی اہلیت رکھتی ہوں۔

مجھے اپنی جنسیت پر کنٹرول حاصل ہے، خدا کا شکر ہے کہ مجھے وزن بڑھ جانے یا گھٹ جانے کی زحمت نہیں کرنی ہے۔ مجھے اپنی چمڑی کے رنگ جیسی ہی لپ اسٹک کے تلاش کی بھی ضرورت نہیں، میں نے اپنی اولیات کے مطابق اپنی پسند کی چیزیں منتخب کی ہیں لیکن یہ چیزیں ان کے درمیان مقبول نہیں ہیں، لہذا اگلی بار ملنے پر مجھ پر ہمدردانہ نظر مت ڈالئے گا۔ کیونکہ میں کسی قید یا ناجائز دباؤ میں نہیں ہوں یا مرد کی پوجا کرنے والی قیدی عورت جسے عرب صحراؤں کے وحشی لوگوں کے یہاں سے لایا گیا ہو، اب میں سچ مچ آزاد ہو گئی ہوں''

تیسرا خط: منجانب جاپانی خاتون معروف Nakala Kaula

جب میں اپنے فطری مذہب اسلام سے مشرف ہوئی اس وقت فرانس کے اسکولوں میں حجاب کا استعمال کرنے والی لڑکیوں کے بارے میں شدید بحث کا بازار گرم تھا اور یہ بحث اب بھی جاری ہے، اکثریت دوپٹہ کے استعمال کو قانون کی خلاف ورزی تصور کرتے تھے لیکن ریاستی

اسکولوں کو مذہب کے تئیں غیر جانبدار ہونا چاہیے، یہاں تک کہ بحیثیت غیر مسلم میں یہ نہیں سمجھ سکی کہ کسی مسلم طالب کے دو پنے جیسے چھوٹے کپڑے پر اس قدر شور وہنگامہ کیوں کیا جارہا ہے؟

مسلمان ٹیکس کی ایک مناسب مقدار ریاستی فنڈ کو ادا کرتے تھے لہذا میرے خیال میں اسکولوں کو طلبہ کے مذہبی عقائد اور اعمال کی اس وقت تک قدر کرنی چاہیے جب تک کہ وہ اسکول کے نظام میں مخل نہ ہوں، بہر حال اس وقت فرانس بڑھتی ہوئی بے روزگاری کا بظاہر سامنا کر رہا تھا اور عرب کارکنان کی ہجرت کے بارے میں خود کو غیر محفوظ محسوس کرتا تھا اپنے ہی شہروں اور اسکولوں میں حجاب کے جابجا مناظر نے ان کے اس احساس کو اور بھی سنگین بنا دیا تھا۔

عرب ممالک میں پہلے ماضی میں اور آج حال میں بھی بہت سے لوگ حجاب کا استعمال کرتے ہیں باوجودیکہ بہت سے عرب اور غیر عرب دونوں کی توقعات یہی ہے کہ جس تیزی سے مغربی لادینیت عرب معاشرہ میں اپنی جڑیں جما رہی ہے اس سے پردہ کا چلن ختم ہو جائے گا، اسلامی اعمال کی تجدید مسلمانوں کی اس کوشش کا ثمرہ ہوتی ہے کہ وہ اپنی خودداری اور تشخص کو بحال کریں جب کہ استعماری طاقتیں اس خودداری اور تشخص دونوں کی جڑیں اکھاڑ پھینکنے میں مصروف ہیں، جاپانیوں کا مغربی تہذیب سے جب پہلے پہل سابقہ ہوا تو انھوں نے بھی ان کے غیر روایتی طرز زندگی اور لباس کے خلاف ردعمل ظاہر کیا ان کے مطابق لوگوں کو اعتدال پسند ہونا چاہیے اور ہر نئی یا غیر مانوس شئی کے خلاف ردعمل کرنا چاہیے الا یہ کہ اس کی اچھائی وخرابی معلوم ہو۔

غیر مسلم اب بھی یہی محسوس کرتے ہیں کہ مسلم عورتیں حجاب کا استعمال صرف اس لئے کرتی ہے کیونکہ وہ روایت پسند ہیں ان کے مطابق مسلم عورتیں اس روایت کی اس قدر پابند کی جاتی ہیں مانو ان پر ظلم وزیادتی کی جاتی ہو، ان عورتوں کی آزادی اور خود مختاری ان کے بقول اس وقت تک ناممکن ہے جب تک کہ یہ حجاب کو دور نہ پھینک دیں، اسلامی تعلیمات سے تھوڑی واقفیت یا یکسر محرومی کے باعث مسلمان بھی اس سادہ لوحی کے شکار ہو جاتے ہیں لادینیت اور مذہبی عقائد کے تنوع والے مخلوط معاشرہ میں اس قدر گھل مل جانے کی وجہ سے وہ اس حقیقت کو

اور اک ہی نہیں کر پاتے کہ اسلام ایک آفاقی مذہب ہے اور اسے دوام حاصل ہے، پوری دنیا میں آج عورتیں حلقہ بگوش اسلام ہو رہی ہیں اور حجاب کو ایک مذہبی مطالبہ سمجھ کر استعمال کر رہی ہیں نہ کہ روایت کی اندھی تقلید کی بناء پر، میرا حجاب نسلی یا روایتی تشخص کا ہرگز مرہون منت نہیں ہے اس کی کوئی سماجی یا سیاسی اہمیت بھی نہیں ہے یہ تو بس میرے خالص مذہبی تشخص کا ترجمان ہے۔

پیرس میں مشرف باسلام ہونے کے وقت سے ہی میں حجاب کا استعمال کرتی رہی ہوں حجاب ملک اور کسی شخص کی مذہبی آگاہی کے لحاظ سے مختلف ہوتا ہے، فرانس میں قیام کے دوران میں اپنے لباس سے میل کھاتا ہوا ایک سادہ سا دوپٹا استعمال کرتی تھی جو تقریباً فیشن زدہ لگتا تھا، اس وقت سعودی عرب میں ہر طرح سے ڈھانک لینے والی ٹوپی استعمال کرتی ہوں جو میری آنکھوں کو بھی مرئی نہیں چھوڑتی، اس طرح میں نے پردہ کی سادہ ترین شکل سے لے کر مکمل حجاب تک کا تجربہ کیا ہے، حجاب میرے لئے کیا معنی رکھتا ہے؟ اس کے جواب کے لئے میں کہنا چاہوں گی کہ جب میں نے اپنے اسلام کے اعلان کا فیصلہ کیا تو میں نے نہیں سوچا تھا کہ کیا میں دن میں پانچ وقت نماز ادا کر سکتی ہوں یا حجاب استعمال کر سکتی ہوں، یہ بھی ممکن تھا کہ اگر میں کافی سنجیدگی سے سوچتی تو کسی منفی نتیجہ پر پہنچ جاتی، پیرس کی مرکزی مسجد کی زیارت سے قبل مجھے اسلام سے کوئی سروکار نہیں تھا میں نہ تو نمازوں سے واقف تھی اور نہ ہی حجاب سے، حقیقت میں یہ دونوں چیزیں میرے لئے ناقابل تصور تھیں لیکن مسلمان بننے کی خواہش میرے اندر بڑی شدید تھی، مسجد کے اندر ایک لیکچر سننے کے بعد باہر نکلنے پر بھی جب میں نے پردہ کو نہیں ہٹایا تو مجھے اس وقت پردہ کے فوائد کا علم ہوا، لیکچر کے بعد مجھے وہ روحانی سکون واطمینان میسر ہوا جس سے میں نا آشنا تھی، پیرس میں غیر ملکی ہونے کی وجہ سے جب لوگ مجھ پر گھور گھور کے دیکھتے تو مجھے کوفت ہوتی تھی، لیکن پردہ میں ہونے کی وجہ سے میں تمام طرح کی ناشائستہ نگاہوں سے محفوظ رہتی تھی، میرے حجاب نے مجھے خوش کر دیا تھا، یہ میری اللہ کی فرمانبرداری اور میرے عقیدہ کے اظہار کا نشان تھا، میرے پردہ کو دیکھ کر بھی لوگ خصوصاً مسلم عورتیں میرے عقائد سے واقف ہو جاتی تھیں اور اس طرح سے اسلام

کے رشتۂ اخوت کو تقویت ملتی تھی، کچھ دنوں بعد میں پردہ کا بیساختہ استعمال کرنے لگی لیکن یہ استعمال میں خالص رضا کارانہ طور سے کرتی تھی، کوئی انسان مجھے پردہ کے لئے مجبور نہیں کر سکتا تھا، اگر ایسا ہوا ہوتا تو غالباً میں بغاوت کر دیتی اور پردہ کو مسترد بھی کر دیتی بہر حال پردہ سے متعلق سب سے پہلی کتاب جو میں نے پڑھی وہ اس پہلو سے بڑی شائستہ زبان میں لکھی گئی تھی۔

پردہ اپنے مشاہدین کو خالق کائنات کے وجود کی یاد دلاتا ہے اور میرے لئے ایک مستقل یادداشت کی حیثیت رکھتا ہے کہ مجھے بحیثیت مسلمان کے عمل کرنا ہے۔ جس طرح سے پولس افسران وردی کے عالم میں کہیں زیادہ پیشہ وارانہ آگاہی کا ثبوت دیتے ہیں بالکل اسی طرح حجاب کے استعمال کی صورت میں مجھے اپنے مسلمان ہونے کا کہیں زیادہ احساس رہتا ہے۔

مشرف باسلام ہونے کے دو ہفتہ بعد میں شادی کی تقریب میں شریک ہونے کی غرض سے جاپان گئی اور فرانس میں اپنی تعلیم کو منقطع کرنے کا فیصلہ کیا کیونکہ اب مجھے فرانسیسی ادب میں کوئی دلچسپی نہیں تھی اب اس کی جگہ عربی ادب نے لے لی تھی، ایک نو مسلم کی حیثیت سے جو اسلام سے بہت کم واقفیت رکھتا ہو مسلمانوں سے بالکل جدا جاپان کے ایک چھوٹے سے شہر میں رہنا میرے لئے ایک بڑا چیلنج تھا، بہر حال اس تنہائی نے میرے اسلامی شعور کو شدت پہنچائی اور مجھے احساس ہوا کہ میں اکیلی نہیں ہوں کیونکہ اللہ رب العزت میرے ساتھ ہے مجھے اپنے بہت سارے کپڑوں کو ترک کرنا پڑا لہٰذا لباس بنانے والے دوست سے تعاون لے کر پاکستانی لباس کے مشابہ میں نے کچھ پاجامے بنائے جن کو پہنے پر اگر لوگ مجھ پر عجیب و غریب نظر بھی ڈالتے تو میں ذرا بھی پریشان نہیں ہوتی۔

جاپان میں چھ مہینہ رہنے کے بعد عربی ادب کے مطالعہ کا میرا شوق اس قدر بڑھا کہ میں نے Cairo میں اپنے ایک شناسا کے پاس جانے کا فیصلہ کر لیا جس گھر کی میں مہمان تھی اس کا ایک بھی فرد نہ تو انگریزی بولتا تھا اور نہ ہی جاپانی، میرا ہاتھ پکڑ کر جو عورت مجھے گھر کے اندر لے گئی وہ سر سے پیر تک کالے نقاب میں تھی، یہاں تک کہ اس کا چہرہ بھی محجوب تھا، اگرچہ اس پردہ

سے یہاں ریاض میں اب میں مانوس ہو چکی ہوں لیکن اس وقت مجھے حیرت ہوئی تھی اور قیام فرانس کے دوران کا وہ واقعہ یاد آ گیا تھا جب میں نے اس طرح کا لباس دیکھا تھا اور سوچا تھا "اس نقاب کے اندر ایک ایسی عورت ہے جو عربی روایت کا غلام ہے، حقیقی اسلام سے ناواقف ہے" (جس کے بارے میں) میرا خیال تھا کہ اس نے چہرہ کا حجاب لازمی نہیں قرار دیا ہے بلکہ وہ نسلی روایت ہے۔

Cairo میں اپنے قیام کے دوران میں نے اس عورت سے جو اپنے لباس کے سلسلے میں مبالغہ آرائی سے کام لے رہی تھی، کہنا چاہا تھا کہ یہ لباس غیر فطری اور خلاف معمول ہے، مجھ سے کہا جاتا کہ میرا خود ساختہ لباس باہر جانے کے لئے غیر موزوں ہے لیکن روم میں اپنے قیام کے دوران میں نے کچھ کپڑے خرید کر لباس بنایا جس کو وہاں Khimar کہا جاتا تھا جو قابل دید مقامات اور باہوں کو مکمل طور سے ڈھانک لیتا تھا، میں تو اپنا چہرہ بھی ڈھانک لینا چاہتی تھی کیونکہ میں جن عورتوں سے واقف تھی ان میں سے بیشتر ایسا کرتی تھیں گرچہ Cairo کے اندر وہ اقلیت میں تھیں، عمومی لحاظ سے اگر دیکھا جائے تو نوجوان مصری عورتیں جو تھوڑا یا مکمل طور سے مغرب زدہ تھیں خود کو Khimar استعمال کرنے والی عورتوں سے دور رکھتی تھیں لوگ ہمیں عزت کی نگاہ سے دیکھتے ہم سے خصوصی شائستگی کا برتا کرتے۔ Khimar استعمال کرنے والی عورتوں کی مذہبی انجمن ہوتی تھی وہ حضور اکرم ﷺ کی اس حدیث پر عمل پیرا ہوتی تھیں: "ایک مسلمان راستے میں ملنے والے شناسا اور غیر شناسا دونوں کو سلام عرض کرتا ہے" یہ کہنا غالباً صحیح ہوگا کہ ان عورتوں کی بہ نسبت جو پردہ کو رضائے الٰہی کے برعکس محض فیشن کے لئے استعمال کرتی ہیں مذہبی انجمن کی خواتین اپنے عقیدہ کا کہیں زیادہ گہرا شعور رکھتی ہیں اہل مغرب کے مطابق شام کے پہناوے کے طور پر کالا لباس مناسب ہوتا ہے کیونکہ یہ پہننے والے کی خوبصورتی کو نمایاں کرتا ہے۔

میری نئی بہنیں کالے Khimar میں واقعتاً خوبصورتی کا مجسمہ ظاہر ہوتی تھیں ان کے چہرے سے تقدس و بزرگی کی کرنیں پھوٹتی تھیں، در اصل وہ روس کیتھولک راہبات سے مختلف

نہیں ہیں، اس کا مشاہدہ خاص طور سے اس وقت ہوا جب سعودی عرب میں پہنچنے کے کچھ ہی دنوں بعد مجھے پیرس کی زیارت کا موقع ملا، میں بھی اسی گاڑی میں ایک راہبہ کی حیثیت سے سفر کر رہی تھی کہ اچانک میں نے اپنے ہی جیسا لباس زیب تن کئے ہوئے رومن کیتھولک راہبہ کو دیکھا اور ہنس پڑی اس کا لباس اس امر کا نشان تھا کہ اس نے خود کو اللہ کی عبادت کے لئے وقف کر دیا ہے جیسا کہ ایک مسلم عورت کا ہوتا ہے، مجھے اکثر اس پر تعجب ہوتا کہ لوگ رومن کیتھولک راہبہ کے حجاب کے بارے میں کچھ نہیں بولتے لیکن ایک مسلم عورت کے حجاب کو ظلم وزیادتی اور وحشت گردی کا نشان بتا کر تنقیدوں کی بھرمار کر دیتے ہیں، رنگین کپڑوں کے بدلے کالے کپڑے استعمال کرنے میں مجھے کوئی کراہت محسوس نہیں ہوئی کیونکہ مشرف با سلام ہونے سے قبل بھی میں ہمیشہ مذہبی طرز زندگی کی شائق تھی، بہر حال جاپان واپسی کے بعد Khinar کے استعمال کو میں نے ترک کر دیا، بہتیری اسلامی بہنیں مجھ سے نالاں ہوئیں لیکن مجھے ان کی کم عقلی پر غصہ آتا میری دلیل تھی کہ اسلام ہمیں اپنے اجسام کو محجوب کرنے کا حکم دیتا ہے لہذا جب یہ حکم پورا ہو جاتا ہے تو پھر ہم اپنی مرضی کے مطابق لباس استعمال کر سکتے ہیں، ہر معاشرہ کی اپنی الگ الگ ترجیحات ہوتی ہیں لہذا اگر میں جاپان میں بھی پیرس کی طرح لمبے کالے لباس پہنوں تو لوگ مجھے پاگل وسودائی سمجھنے لگیں گے اور قبل اس کے کہ میں اسلامی تعلیمات کی تشریح وتوضیح ان کے سامنے پیش کروں وہ اسلام ہی کو دیوار پردے ماریں گے، ہماری بحث اس پہلو پر مرکوز ہوتی تھی۔

Cairo میں مزید چھ مہینے قیام کے بعد لمبے لباس زیب تن کرنے کی میں اس قدر عادی ہو گئی تھی کہ جاپان واپسی پر مجھے احساس ہوا کہ میں اس کو یہاں بھی پہن سکتی ہوں، البتہ کالے لباس کی جگہ میں نے ہلکے رنگ کے اور کچھ سفید Khimar بنوائے تھے، میرا خیال تھا کہ یہ جاپان میں کالے لباس کی بہ نسبت کم حیرت انگیز ہوں گے، میرا اندازہ صحیح تھا، میرے سفید Khimar کے تئیں جاپانیوں کا رد عمل کہیں زیادہ اچھا تھا اور ان کے برتاؤ سے معلوم ہو رہا تھا کہ میں مذہبی فرقہ سے تعلق رکھتی ہوں، میں نے خود ایک لڑکی کو اپنے دوست سے کہتے ہوئے سنا کہ

میں کوئی بدھسٹ راہبہ ہوں، اس واقعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ ایک مسلم عورت، ایک بدھسٹ راہبہ اور ایک عیسائی راہبہ کس قدر باہم ایک دوسرے میں ملتی جلتی ہیں، ایک مرتبہ ٹرین میں ایک بزرگ شخص نے مجھ سے پوچھا کہ میں کیوں اس قدر غیر معمولی طریقہ سے لباس زیب تن کئے ہوئے ہوں، جب میں نے اپنے مسلم ہونے کی وضاحت کی اور یہ بتایا کہ اسلام مسلم عورتوں کو اپنے جسم ڈھانکنے کا حکم دیتا ہے تاکہ کمزور اور صنف نازک کو دیکھ کر بے قابو ہو جانے والے افراد انھیں پریشان نہ کریں تو میں نے صاف طور سے محسوس کیا کہ وہ میری باتوں سے متاثر ہوا ہے، جب وہ شخص ٹرین سے اترا تو میرا شکریہ ادا کیا اور کہا کاش میرے پاس مزید وقت ہوتا تو اسلام کے متعلق آپ سے باتیں کرتا۔

انتہائی سخت گرمی کے عالم میں بھی جب میں لمبی آستین والے لباس اور دوپٹہ لگا کر باہر نکلتی تو میرے والد پریشان ہو جاتے لیکن مجھے لگتا کہ میرا حجاب مجھے گرمی سے محفوظ رکھتا ہے، میں جب اپنی ہم مذہب نوجوان بہنوں کے ننگے پیروں کو دیکھتی جو چھوٹے پاجامے (Pants) زیب تن کرتی تھیں تو دراصل مجھے تکلیف ہوتی تھی، عورتوں کے سینوں اور کولھوں کی بالکل واضح روپ ریکھا ظاہر کرنے والے باریک اور ٹائٹ لباس کے منظر سے مجھے اپنے اعلان اسلام سے قبل بھی ہمیشہ کوفت ہوتی تھی ایسے مناظر کو دیکھ کر مجھے ایسا لگتا جیسے کہ میں کوئی پوشیدہ چیز دیکھ رہی ہوں، اگر مجھے خود اپنے ہی جنس کے ایسے منظر کوفت ہوتی ہے تو پھر میرے لئے اس کا تصور کوئی مشکل نہیں کہ اس کا اثر مردوں پر کیا ہوتا ہوگا، اسلام مرد وعورت کو شریفانہ لباس پہننے کا حکم دیتا ہے اس کے مطابق کوئی مسلمان مجمع عام میں یا مرد وزن کی الگ الگ نشستوں میں کسی بھی صورت میں ننگا نہیں ہو سکتا ہے۔

سماج یا انفرادی سوچ وسمجھ کے مطابق قابل قبول عریانیت میں تفاوت پایا جاتا ہے، مثلاً جاپان کے اندر پچاس سال قبل تیراکی کا لباس پہن کر تیرنا سوقیانہ سمجھا جاتا تھا، لیکن اب جانگیا Bikni کا استعمال عام چلن ہے، جب کہ پہلے اگر کوئی عورت یا مرد ننگے تیرتی تھی تو اسے

بےشرم خیال کیا جاتا تھا فرانس کے دکھنی ساحل پر سر کھولے جانا اب تو عام بات ہے، امریکہ کے کچھ ساحلی علاقوں میں عریانیت پسند نوزائیدہ بچہ کی طرح بالکل ننگے پڑے رہتے ہیں، اگر ان میں سے کسی سے یہ سوال کیا جائے کہ کوئی آزاد عورت جو پردہ کو ٹھکراتی ہے، اپنے سینوں اور کولھوں کو آخر کیوں ڈھکی رکھتی ہے جب کہ یہ بھی تو اس کے ہاتھ اور چہرہ کی طرح ہی فطری اعضا ہیں تو کیا وہ کوئی تشفی بخش جواب دے سکتی ہے۔

جس طرح سے لوگ ننگے (یا تقریباً) ہو کر معاشرہ میں گھومتے ہیں دراصل وہ لوگوں کے احساس شرم وحیا پر ڈاکہ ڈالتے ہیں اور انھیں جانوروں کے مقام پر لا کھڑا کر دیتے ہیں، جاپان میں عورتیں صرف باہر نکلنے پر میک اپ کرتی ہیں، گھر میں اپنی خوبصورتی کا اسے کوئی احساس نہیں ہوتا بالمقابل اس کے اسلام میں بیوی اپنے شوہر کے لئے بخوشی سنورتی ہے اور شوہر اچھا برتاؤ کرنے کی کوشش کرتا ہے مرد و زن کے مابین شائستگی و پاکیزگی کا رشتہ ہوتا ہے جو تعلق کو تقویت پہنچاتا ہے۔

مسلمانوں پر الزام لگایا جاتا ہے کہ وہ انسانی جسم سے حد درجہ متاثر ہوتے ہیں جب کہ حقیقت یہ ہے کہ موجودہ دور میں جنسی استحصال کے واقعات کا تناسب شریفانہ لباس کی صحت پر اپنی مہر ثبت کرتا ہے، جس طرح سے ایک چھوٹے قد کا اسکرٹ (لہنگا) یہ اشارہ دیتا ہے کہ پہننے والی مردوں کے لئے دستیاب ہے بالکل اسی طرح حجاب باواز بلند اور صراحت اشارہ کرتا ہے کہ میں تمہارے لئے حرام ہوں، ممنوع ہوں"

حضور اکرم ﷺ نے ایک مرتبہ اپنی صاحبزادی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے دریافت کیا کہ "کسی عورت کے لئے سب سے عمدہ چیز کیا ہے" تو انھوں نے جواب دیا کہ نہ تو وہ خود مردوں کو دیکھے اور نہ ہی مرد اس کو دیکھیں" رسول اللہ ﷺ اس جواب پر حد درجہ خوش ہوئے اور فرط مسرت سے کہا کہ "تم واقعتاً میری ہی صاحبزادی ہو" اس سے معلوم ہوتا ہے کہ عورتوں کا گھروں میں قیام کرنا اور ممکنہ حد تک مردوں سے میل جول سے اجتناب کرنا پسندیدہ ہے، پردہ کا استعمال کرنے پر کوئی عورت بالکل ایسا ہی تاثر قائم کرتی ہے، شادی کے بعد میں نے جاپان کو

خیرباد کہہ کر سعودی عربیہ میں جہاں کہ عورت کے باہر نکلنے پر پردہ کا التزام ہوتا ہے، سکونت اختیار کر لی، مجھے نقاب (چہرہ کا پردہ) پہننے کا بہت شوق تھا میں یہ جاننا چاہتی تھی کہ نقاب پہننے پر کیسا محسوس ہوتا ہے، بلاشبہ غیر مسلم خواتین عموماً کالا جبہ پہنتی تھیں، غیر سعودی مسلم عورتیں بھی اکثر اپنے چہروں کو کھلا رکھتی تھیں۔

نقاب کی عادی ہو چکی عورتوں کے لئے یقیناً اس میں کوئی تکلیف نہیں ہوتی، حقیقت میں مجھے ایسا محسوس ہوتا تھا کہ میں کسی پوشیدہ شاہکار کی مالک ہوں، ایک ایسا خزانہ جس کا آپ کو کبھی علم ہی نہیں ہو سکتا اور نہیں آپ اس کو کبھی اپنی لذت دید کا مرکز بنا سکتے ہیں، مسلم جوڑوں کو دیکھ کر غیر مسلم انھیں زندگی کی غلط تصویر گمان کر سکتے ہیں جن میں بیوی مظلوم ہے تو شوہر ظالم، بیوی ملکیت ہے تو شوہر اس کا مالک لیکن حقیقت یہ ہے کہ بیوی اپنے کو رانی محسوس کرتی ہے جس کے آگے پیچھے خدام کی ٹولی ہو۔

شروع میں جو نقاب میں استعمال کرتی تھی وہ میری آنکھوں کو نہیں ڈھانکتا تھا لیکن سردی میں میں نے آنکھ ڈھانکنے کے لئے بھی ایک عمدہ کپڑا استعمال کرنا شروع کر دیا، مجھے مردوں سے آنکھیں چار ہونے پر مجھے جو کوفت ہوتی تھی اب اس کا خاتمہ ہو گیا جس طرح سے چشمہ کے استعمال سے اجنبیوں کے بصری مداخلت کا کام تمام ہو جاتا ہے یہ سوچنا کہ مسلم عورت محض اس خیال کی وجہ سے پردہ کا استعمال کرتی ہے کہ وہ اپنے شوہر کی مخصوص ملکیت ہے بالکل غلط فیصلہ ہے، غیر مسلم عورتیں اور کچھ آزاد خیال مسلم خواتین پر رحم کیا جانا چاہیے جو اپنے حسن کو نظارہ عام کی دعوت دیتی ہیں، حجاب کا باہر سے مشاہدہ کرنے والوں کے لئے یہ ناممکن ہے کہ وہ اس کے اندر کے سکون و اطمینان اور مسرت کا ادراک کر سکیں، حجاب کے اندر ہو کر باہر کی دنیا کا مشاہدہ کرنا اور حجاب کے باہر سے حجاب کے اندر حاصل ہونے والے احساسات و جذبات کا ادراک کرنے کے درمیان جو خلا ہے وہ جزئی طور پر اسلام کے سمجھنے میں دونوں فریق کے اندر پائی جانے والی خلا کی وضاحت و تشریح ہے۔ وہ باہر سے مشاہدہ کر سکتا ہے جب کہ پردہ مسلمانوں کی آزادی کو محدود کرنے والا

ہے، کہ پردے کے اندر سکون، آزادی اور ایسی مسرت کا احساس ہوتا ہے جس سے وہ ماقبل ناآشنا تھے، اگر پردہ عورتوں پر ظلم واستبداد کا نشان ہوتا تو پھر یورپ امریکہ، جاپان، آسٹریلیا یا یوں کہیے پوری دنیا میں اعلیٰ تعلیم یافتہ نوجوان خواتین کیوں "آزادی" اور "خودمختاری" کو خیرباد کہہ کر مشرف باسلام ہورہی ہے؟ ظاہری بات ہے متعصب حضرات کو یہ پہلو کیوں قابل التفات نظر آئے گا لیکن یہ حقیقت ہے کہ جب کوئی عورت باپردہ رہتی ہے تو وہ اتنی ہی خوبصورت ہوتی ہے جتنا کہ فرشتے، وہ خوداعتمادی، متانت وسنجیدگی اور شرافت وپاکیزگی کا پیکر ہوتی ہے، اس کے چہرہ پر ظلم واستبداد کا کوئی نشان نہیں ہوتا۔

"بات یہ ہے کہ صرف آنکھیں ہی اندھی نہیں ہوتیں بلکہ وہ دل اندھے ہوجاتے ہیں جو سینوں میں ہیں"

سورۃ الحج ۴۶۔ اس طرح کے دل کے اندھے لوگوں کو بھلا ہم اسلام کیسے سمجھائیں۔

ایک مسلم عورت اپنے شوہر، خاندان یا دوستوں کی صحبت میں اپنی مرضی کے لباس زیب تن کرسکتی ہے، لیکن جب وہ باہر نکلتی ہے یا اس کے شوہر اور قریبی لوگوں کے علاوہ کوئی موجود ہوتو اس سے توقع کی جاتی ہے کہ وہ ایسا لباس پہنے گی جو اس کے پورے جسم کو ڈھک سکے نہ کہ اس کے جسم کی نمائش کرے، یہ لباس مغربی فیشن کے ان لباس سے کتنا مختلف ہوتا ہے جو ارادی طور سے اس مقصد کے لئے بنائے جاتے ہیں کہ وہ شہوانی خواہشات کو ہوا دینے والے اعضاء کو نظارہ عام کے لئے وا کرسکیں، گزشتہ کچھ سالوں میں ہم نے چھوٹے اور مختصر سائز کے مختلف لباس کے عروج وزوال کا مشاہدہ کیا اور ان میں سے ہر ایک کا مقصد عورت کے جسم کے اندرونی حصوں کی نمایاں یا ان پر زور دینا تھا، لہذا بالکل واضح ہے کہ مردوں کی موجودہ سوسائٹی عورت کے جسم کو سامان تجارت بنا کر ان کا استحصال کرنا چاہتی ہے محض ان کے حسن سے لطف اندوز ہونا چاہتی ہے، جب کہ عورت کو اس استحصال سے اسلام بچاتا ہے، نجات دلاتا ہے جیسا کہ قرآن میں مذکور ہے۔

"اے نبی! اپنی بیویوں سے اور اپنی صاحبزادیوں سے اور مسلمانوں کی عورتوں سے

کہہ دو کہ وہ اپنے اوپر اپنی چادریں لٹکایا کریں، اس سے بہت جلد ان کی شناخت ہوجایا کرے گی پھر نہ ستائی جائیں گی......" (سورۃ الاحزاب ۵۹)

عمدہ اور شریفانہ برتاؤ کا بار وذمہ داری صرف عورتوں پر نہیں ہے، قرآن کا فرمان مرد وعورت دونوں کے لئے یکساں حیثیت رکھتا ہے، اللہ کا ارشاد ہے "مسلمان مردوں سے کہو کہ وہ اپنی نگاہیں نیچی رکھیں اور اپنی شرم گاہوں کی حفاظت رکھیں یہی ان کے لئے پاکیزگی ہے لوگ جو کچھ کریں اللہ تعالیٰ سب سے خبردار ہے۔ مسلمان عورتوں سے کہو کہ وہ بھی اپنی نگاہیں نیچی رکھیں اور اپنی نگاہیں نیچی رکھیں اور اپنی عصمت میں فرق نہ آنے دیں اور اپنی زینت کو ظاہر نہ کریں، سوائے اس کے جو ظاہر ہے اور اپنے گریبانوں پر اپنی اوڑھنیاں ڈالے رہیں اور اپنی آرائش کو کسی کے سامنے ظاہر نہ کریں، سوائے اپنے خاوندوں کے یا اپنے والد کے یا اپنے خسر کے یا اپنے لڑکوں کے یا اپنے خاوند کے لڑکوں کے یا اپنے بھائیوں کے یا اپنے بھتیجوں کے یا اپنے بھانجوں کے یا اپنے میل جول کی عورتوں کے یا غلاموں کے یا ایسے نوکر چاکر مردوں کے جو شہوت والے نہ ہوں یا ایسے بچوں کے جو عورتوں کے پردے کی باتوں سے مطلع نہیں، اور اس طرح زور زور سے پاؤں مار کر نہ چلیں کہ ان کی پوشیدہ زینت معلوم ہوجائے، اے مسلمانو! تم سب کے سب اللہ کی جناب میں توبہ کرو تاکہ تم نجات پاؤ۔" (سورۃ النور: ۳۱-۳۰)

☆☆☆☆☆

☆☆☆☆☆

بحث ونظر

بحث ونظر

حرم مکی میں داخل ہونے کیلئے کیا احرام ضروری ہے

(۱)

ابو محکام ظفر اللہ خاں (جدہ)

یہ اللہ تعالی کی شان ہے کہ جس طرح اس نے اپنی محترم کتاب کی حفاظت کی ذمہ داری اپنے اوپر لی ہے اسی طرح اپنے گھر کی حفاظت بھی اس طرح فرمائی کہ مشرکین کے دلوں میں اسکی ہیبت ہے اور مسلمانوں کے دلوں میں احترام ومحبت، اس گھر کی شان وحرمت یہ ہیکہ اس در پہ آنے والا ایمان سے بھرے دامن کے ساتھ آئے اور واپسی میں ایسے ورس توحید سے جھولی بھر کے جائے کہ پوری زندگی شرک سے بیزار ہے اس گھر کی شان اتنی بلند وارفع ہے کہ اس کے قریب مشرک نہیں آسکتے

ارشاد الٰہی ہے "یاایہا الذین آمنوا انما المشرکون نجس فلایقربوا المسجد الحرام بعد عامہم ہذا (اے ایمان والو مشرک جو ہیں سو پلید ہیں سو نزدیک نہ آنے پاویں مسجد الحرام کے اس برس کے بعد)

کتنے بابرکت ہیں وہ لوگ جو دیدار یا طواف یا نماز یا اعتکاف کیلئے اس گھر کا قصد کرتے ہیں۔

یہ مسئلہ چونکہ موجودہ حالات میں بہت اہم ہیکہ کیا حرم مکی میں داخل ہونے کیلئے احرام ضروری ہے، ؟ اس لیے میں نے سوچا کہ جو صحیح جواب ہے اسے مدلل ومبرھن دلائل سے ثابت کیا جائے کیونکہ کچھ لوگوں کا کہنا ہے کہ حرم مکی میں دخول کیلئے احرام ضروری ہے اور اکثر کا کہنا ہے کہ ضروری نہیں ہے دوسرا جواب صحیح معلوم پڑتا ہے کیونکہ:

اس حرم پاک کے متعلق اللہ تعالی کا ارشاد ہے:

واذجعلنا البیت مثابة للناس وامنا واتخذوا من مقام ابراہیم مصلی

وعہدنا الی ابراہیم واسماعیل ان طہرا بیتی للطائفین والعاکفین والرکع السجود۔ (سورۃ البقرۃ ۱۲۵)

اور جب مقرر کیا ہم نے خانہ کعبہ کو اجتماع کی جگہ لوگوں کے واسطے اور جگہ امن کی اور بناؤ ابراہیم کے کھڑے ہونے کی جگہ کو نماز کی جگہ اور حکم کیا ہم نے ابراہیم اور اسماعیل کو پاک رکھو میرے گھر کو واسطے طواف کرنے والوں کے اور اعتکاف کرنے والوں کے اور رکوع وسجدہ کرنے والوں کے

صاحب معارف القرآن لکھتے ہیں: مثابہ یہ لفظ ثاب یثوب ثوبا ومثابا سے ماخوذ ہے جس کے معنی لوٹنے کے ہیں اس لئے مثابہ کے معنی مرجع کے ہوگئے جہاں آدمی بار بار لوٹ کر جائے

مندرجہ بالا آیت کے آخری حصہ کی تشریح میں صاحب معارف القرآن لکھتے ہیں، ،اول یہ کہ بناء بیت اللہ کا مقصد طواف، اعتکاف اور نماز ہے دوسرے یہ کہ طواف نماز سے مقدم ہے (کما روی عن ابن عباس) تیسرے یہ کہ اطراف عالم سے جانے والے حجاج کیلئے طواف بہ نسبت نماز کے افضل ہے، چوتھے یہ کہ بیت اللہ کے اندر نماز علی الاطلاق جائز ہے فرض ہو یا نفل (جصاص)

اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ ایک مسلمان طواف، اعتکاف یا نماز کیلئے بیت اللہ شریف بغیر احرام کے جاسکتا ہے کیونکہ اس بات میں صراحت نہیں ہے کہ احرام باندھ کر ہی وہاں جاسکتے ہیں

دنیا میں تین مساجد کے لئے رخت سفر باندھا جاسکتا ہے مسجد حرام مسجد نبوی اور مسجد اقصی، حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میری اس مسجد میں ایک نماز دوسری مسجدوں کی ہزاروں نمازوں سے افضل ہے سوائے مسجد حرام کے اور مسجد حرام کی ایک نماز میری اس مسجد کی سو نمازوں سے افضل ہے (مسند بحوالہ معارف الحدیث)

عام مساجد کے مقابلہ میں مسجد حرام میں نماز کا ثواب ایک لاکھ گنا بلکہ اس سے بھی کچھ زیادہ ہے (معارف الحدیث)

اگر کسی کی عمر حضرت نوح علیہ السلام کے برابر بھی ہو تو مسجد حرام کی صرف ایک باجماعت اس کی تمام عمر کی نمازوں سے افضل ہوگی (مسلم)

کیا ایک مسلمان حرم پاک کی اس قدر اجر والی نماز کے لئے سفر پر نہیں آسکتا؟ یقیناً آسکتا ہے اور خوش نصیبی ہے چاہے وہ طواف کرے (کیونکہ یہاں کا ادب ہے کی تحیۃ الحرام کی طور پر طواف کیا جائے جس طرح دیگر مساجد کے لئے دوگانہ ہے) نماز پڑھے اعتکاف کرے ذکر و تلاوت کرے۔

اس سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ صرف طواف و نماز کے لئے یا اعتکاف کی نیت سے حاضر ہونے کے لئے احرام کی ضرورت نہیں اسی لئے اس کا ذکر بھی نہیں۔

۳۔ حدود حرم میں شکار کھیلنا درخت کا ٹنا، جانور کو گھاس چرانا حرام ہے۔ (مسلم)

ان حدود میں جنگ و قتال کی اجازت نہیں۔ اس محترم علاقہ میں ان سب چیزوں کو ادب و احترام کے خلاف گنہگارانہ جسارت قرار دیا گیا ہے۔ (معارف الحدیث)

"ان هذا البلد حرمه الله يوم خلق السموات والارض فهو حرام بحرمه الله الى يوم القيامة وانه لم يحل القتال فيه لاحد قبلى ولم يحل لى الا ساعة من نهار" (بخاری ومسلم بحوالہ معارف الحدیث پنجم)

یہ شہر مکہ اللہ تعالیٰ نے اس کو اسی دن سے محترم قرار دیا ہے جس دن کہ زمین و آسمان کی تخلیق ہوئی لہذا اللہ کے اس حکم سے قیامت تک کے لئے اس کا ادب و احترام واجب ہے اور مجھ سے پہلے اللہ نے اپنے کسی بندے کو یہاں قتال فی سبیل اللہ کی بھی اجازت نہیں دی اور مجھے بھی دن کے تھوڑے سے وقت کے لئے اس کی عارضی اور وقتی اجازت دی گئی تھی۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا آپ فرماتے تھے کہ "کسی مسلمان کے لئے جائز نہیں کہ وہ مکہ میں ہتھیار اٹھائے۔ (صحیح مسلم بحوالہ معارف الحدیث جلد چہارم)

"فتح مکہ میں صرف رسول اللہ ﷺ کے لئے دین کی اہم مصلحت اور بیت اللہ کی تطہیر کی

خاطر صرف چند گھنٹوں کے لئے حرم میں قتال کی اجازت اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل ہوئی تھی اور فتح کے بعد آپ ﷺ نے بڑی تاکید کے ساتھ اس کا اعلان و اظہار فرمایا کہ یہ اجازت صرف رسول اللہ ﷺ کے لئے تطہیر بیت اللہ کی غرض سے تھی اور وہ بھی چند گھنٹوں کے لئے تھی، اس کے بعد ہمیشہ کے لئے پھر اس کی وہی حرمت ثابت ہے جو پہلے سے تھی اور فرمایا کہ حرم کے اندر قتل و قتال نہ مجھ سے پہلے حلال تھا نہ میرے بعد کسی کے لئے حلال ہے اور میرے لئے بھی صرف چند گھنٹوں کے لئے حلال ہوا تھا، پھر حرام کر دیا گیا۔" (معارف القرآن: جلد دوم)

حرمت حرم کی اس بحث میں احرام کا کہیں ذکر نہیں ہے اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ حرم مکی میں دخول کے لئے احرام واجب نہیں ہے۔

۴۔ حج و عمرہ کی نیت سے آنے والوں کے لئے میقات سے احرام باندھنا ضروری ہے۔

ذیل کی حدیث میں میقات کے تعین کے ساتھ بہت واضح ہے کہ جو حج و عمرہ کا ارادہ رکھتا ہے وہ میقات سے احرام باندھے۔ (ورنہ نہیں)

"عن ابن عباس رضى الله عنهما قال وقت رسول الله ﷺ لاهل المدينة ذالحليفة ولاهل الشام الجحفة، ولاهل نجد قرن المنازل ولاهل اليمن يلملم فهن لهن ولمن اتى عليهن من غير اهلهن لمن كان يريد الحج والعمرة فمن كان دونهن فهو من اهله وكذالك حتى اهل مكة يهلون منها" (بخاری مسلم بحوالہ معارف الحدیث جلد چہارم)

حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ذوالحلیفہ کو اہل مدینہ کا میقات مقرر کیا اور جحفہ کو اہل شام کا اور قرن المنازل کو اہل نجد کا اور یلملم کو اہل یمن کا پس یہ چاروں میقات خود ان کے رہنے والوں کے لیے میقات ہیں اور ان سب لوگوں کے لئے جو دوسرے علاقوں سے ان مقامات پر ہوتے ہوئے آئیں جن کا ارادہ حج یا عمرہ کا ہو پس جو لوگ ان مقامات کے ورے ہوں (مکہ معظمہ کی طرف) تو وہ اپنے گھر ہی سے احرام باندھیں گے اور یہ قاعدہ اسی طرح چلے گا حتیٰ کہ خاص مکہ کے رہنے والے مکہ ہی سے احرام باندھیں گے۔

صحیح مسلم میں "باب جواز دخول مکۃ بغیر الاحرام" کے تحت تین احادیث بیان کی گئی ہیں جن کا خلاصہ یہ ہے کہ فتح مکہ کے موقع پر رسول اللہ کے سر پر خود تھا اور دوسری حدیث کے الفاظ میں آپ ﷺ کے اوپر سیاہ عمامہ تھا۔ (مسلم)

اوپر کی گفتگو سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ احرام اس وقت ضروری ہے جب حج یا عمرہ کا ارادہ ہو۔ احادیثوں میں "من اراد الحج والعمرۃ یا لمن کان یرید الحج والعمرۃ یا ممن کان یرید الحج والعمرۃ" کے صاف الفاظ آئے ہیں جس کا مطلب یہ ہے کہ احرام ان لوگوں کے لئے ضروری ہے جو حج یا عمرہ کا ارادہ رکھتے ہوں اس صریح دلیل کے ساتھ رسول اللہ ﷺ کی عملی مثال بھی اس کی تائید کرتی ہے کہ آپ ﷺ (فتح مکہ کے موقع پر) بغیر احرام کے مکہ میں داخل ہوئے تھے۔

۵۔ حرام مکی کی ایک بڑی شان یہ بھی ہے کہ یہ سب سے پہلی عبادت گاہ ہے چنانچہ ارشاد باری تعالی ہے: "ان اول بیت وضع للناس للذی ببکۃ مبارکا وھدی للعالمین" (آل عمران)

بے شک سب سے پہلا گھر جو مقرر ہوا لوگوں کے واسطے یہی ہے جو مکہ میں ہے برکت والا اور ہدایت جہاں کے لوگوں کو۔"

دنیا میں سب سے پہلے عبادت خانہ کعبہ ہے۔ آدم وحوا علیہما السلام کے دنیا میں آنے کے بعد اللہ تعالی نے جبرئیل امین کے ذریعہ ان کو یہ حکم دیا کہ وہ بیت اللہ (کعبہ) بنائیں۔ یہ تعمیر کعبہ نوح علیہ السلام کے زمانہ تک باقی تھی اس کے بعد حضرت ابراہیم علیہ السلام نے انہی بنیادوں پر دوبارہ تعمیر کیا، رسول اللہ ﷺ کے ابتدائی زمانہ میں قریش نے اس کی تعمیر کی جس میں رسول اللہ ﷺ نے بھی حصہ لیا اور حجر اسود کو اپنے دست مبارک سے قائم فرمایا۔ (خلاصہ معارف القرآن)

حرم اور عبادات حرم سے متعلق جو جو غلط فہمیاں چلی آرہی تھیں انھیں ایک ایک کرکے قرآن نے دور کیا۔ قربانی کرتے تو خانہ کعبہ کی دیواروں پر خون لگاتے تھے قرآن نے نصیحت کی کہ اللہ کے پاس قربانیوں کا گوشت اور خون نہیں پہنچتا اس کے پاس صرف تقوی پہنچتا ہے جو لوگ

زاد راہ ساتھ نہیں لیتے اور کہتے کہ ہم متوکل علی اللہ ہیں انھیں سمجھایا گیا کہ زاد راہ ساتھ لو اور بہترین زاد راہ تقوی ہے، امتیازات کی وجہ سے قریش کے سوا تمام قبیلے ننگے طواف کرتے تھے اسلام نے اس بے حیائی کو قطعاً موقوف کرکے حکم نازل فرمایا کہ ہر عبادت کے وقت زینت اختیار کرو (کپڑے پہنو) عرفات نہ جا کر اپنی بڑائی ظاہر کرنے کی اصلاح فرمائی گئی کہ جہاں سے اور لوگ واپس ہوتے ہیں وہیں سے تم بھی واپس ہو اور اللہ سے معافی مانگو، اہل عرب حج سے فارغ ہو کر منی میں اپنے آباء واجداد کا ذکر کرتے تھے اس پر یہ ہدایت نازل کی گئی کہ جس طرح پہلے اپنے آباء واجداد کا ذکر کرتے تھے اسی طرح بلکہ اس سے بڑھ کر اب اللہ کا ذکر کرو، جاہلیت کے زمانے میں حج کی مذہبی حیثیت تو یوں ہی رہ گئی تھی ورنہ وہ میلہ کے علاوہ اور کچھ نہ تھا جس میں شور وغل ہوتا دنگا فساد ہوتا، اسلام نے ان چیزوں کی گرفت کی اور حکم دیا کہ حج رفث وفسوق اور جنگ وجدال نہ ہو، تجارت سے متعلق جو شبہ تھا اسے دور کیا گیا کہ حج کے زمانہ میں فضل الٰہی کی تلاش تمہارے لئے گناہ نہیں۔ (خلاصہ سیرۃ النبی)

قرآن ان اصلاحات کے درمیان ہمیں احرام سے متعلق کوئی ہدایت نہیں ملتی، اگر احرام حرم مکی کے احترام کے لئے ضروری ہوتا تو لوگ جس طرح اور تعلیمات کو بھلا چکے تھے اسی طرح احرام کو بھی غیر ضروری سمجھتے اور قرآن ضرور اس کے لئے ہدایت فرماتا کہ احرام کا تقاضہ ہے کہ حرم مکی میں احرام باندھ کر آئیں لیکن ایسی نصیحت ہمیں قرآن میں نہیں ملتی۔

۶۔ جمہور (امام مالک، امام شافعی، امام احمد بن حنبل رحمہم اللہ اجمعین کا نقطہ نظر یہی ہے کہ جو لوگ حج وعمرہ کے ارادے سے حرم نہ آئے ہوں ان کے لئے احرام باندھ کر آنا مستحب اور مسنون ہے نہ کہ واجب اور موجب دم۔ (مجلہ حج وعمرہ صفحہ ۴۴)

صاحب تاتارخانیہ مسلک شافعی کے قول مشہور کو لکھتے ہیں:۔

"انما یلزم الاحرام اذا اراد دخول مکۃ للحج او للعمرۃ اما اذا کان للآخر فلا یلزم"

احرام تو بس اس پر لازم ہوتا ہے جو حج یا عمرہ کے ارادے سے مکہ میں داخل ہو اگر کسی اور وجہ سے داخل ہو تو اس پر لازم نہیں۔ (مجلہ حج وعمرہ ص ۴۵۴)

۷۔ اس پر امت کا اجماع ہے کہ حج عمر میں ایک مرتبہ صاحب استطاعت مسلمان پر فرض ہے البتہ عمرہ سے متعلق اختلاف ہے کہ یہ عمر میں ایک مرتبہ حج کی طرح فرض ہے یا سنت مؤکدہ۔ عام طور سے میقات سے باہر رہنے والے جب حج کی نیت سے مکہ مکرمہ پہنچتے ہیں تو وہ حج تمتع کرتے ہیں یا قران اور ان دونوں طریقہ حج میں عمرہ ادا ہو جاتا ہے۔ مالکیہ اور حنفیہ کہتے ہیں کہ عمرہ کرنا سنت مؤکدہ ہے فرض نہیں ہے ابن ماجہ کی روایت "الحج مکتوب والعمرۃ تطوع" (حج کرنا فرض ہے اور عمرہ کرنا نفل ہے) سے وہ استدلال کرتے ہیں۔

"واتموا الحج والعمرۃ للہ" (اور حج اور عمرہ اللہ کی خاطر کرو) (البقرۃ: ۱۹۶) میں کہا گیا ہے کہ جب نیت کرو تو پورا کرو چاہے وہ نفل ہی کیوں نہ ہو اور یہ صرف خالصتاً للہ ہو۔

ایک مسلمان جو حج و عمرہ کی فرضیت سے فارغ ہو چکا ہو تو اب اس پر حج یا عمرہ کیونکر فرض ہو سکتا ہے، وہ اپنی سہولت اور موقع سے جتنی مرتبہ چاہے حج و عمرہ کرے لیکن یہ شرط عائد کرنا کہ جب بھی وہ حرم مکی میں داخل ہونا چاہتا ہو لازماً احرام باندھ کر داخل ہو یا ایک اضافی فرضیت لگتی ہے یا تو وہ شخص اپنے لئے اضافی حج و عمرہ میں حرج محسوس کرے گا یا ارادہ نہ ہونے پر حرم مکی آنے میں تکلف کرے گا اور محروم رہے گا جو مناسب نہیں۔ یہی بات سبل السلام کے حوالہ سے جناب خورشید احمد اعظمی نے لکھی ہے کہ اگر ہر مرتبہ کے دخول مکہ پر عمرہ یا حج کے احرام کو واجب کہا جائے تو حج یا عمرہ کا عمر میں کئی دفعہ واجب یا فرض ہونا لازم آئے گا جو متفق علیہ مسئلہ کے خلاف ہے۔ (مجلہ حج و عمرہ ص ۳۰۶) اس سے یہ بات عیاں ہو جاتی ہے کہ حرم مکی میں داخل ہونے کے لئے احرام کا باندھنا ضروری نہیں ہے۔

دوسری بات یہ ہے کہ عبادات کی روح خشوع و خضوع ہے یہ نہ ہو تو عبادات بے اثر ہو کر رہ جاتی ہیں اس کے لئے دل کی آمادگی انتہائی ضروری ہے نوافل کے لئے اختیار نہ دیا جائے تو وہ عبادات کو بوجھ سمجھتا ہے ویسے حج و عمرہ کا کیونکر اجر ملے گا جس کے لئے دل میں آمادگی نہیں اور اگر اسے اپنی صوابدید پر چھوڑ دیا جائے تو اس کے جذبات و کیفیات حرم مکی کے شایان شان رہنے میں مددگار ہوں گے۔

۸۔ شیخ عبدالعزیز بن بازؒ (سابق مفتی اعظم سعودی عربیہ) اس سوال کے جواب میں کہ "کیا حکم ہے اس کے لئے جو حج و عمرہ کے علاوہ کسی اور ارادہ سے میقات سے تجاوز کرے؟" لکھتے ہیں کہ "انما جاء لمکۃ للبیع او الشراء او لزیارۃ بعض اقاربہ و اصدقائہ او لغرض آخر ولم یرد حجا و لا عمرۃ فھذا لیس علیہ احرام علی الصحیح ولہ ان یدخل بدون احرام ھذا ھو الراجح فی قولی العلماء والافضل انہ یحرم بالعمرۃ لیغتنم الفرصۃ" (فتاوی مھمہ تتعلق بالحج والعمرۃ)

(وہ تو بس مکہ خرید و فروخت یا اپنے کسی قریبی رشتہ دار یا کسی دوست سے ملنے آیا ہے یا کسی اور مقصد سے آیا ہے اور حج یا عمرہ کی نیت نہیں کی ہے تو اس صورت میں اس پر احرام واجب نہیں ہے صحیح قول کے مطابق اور اسے اختیار ہے کہ بغیر احرام کے مکہ میں داخل ہو سکتا ہے علماء کے دو اقوال میں سے یہی قول راجح ہے اور افضل یہ ہے کہ وہ عمرہ کی نیت کر کے احرام باندھ لے تاکہ موقع کو غنیمت جان کر وہ عمرہ کر لے)

یہ فتوی واضح کر رہا ہے حج و عمرہ کے علاوہ کسی اور مقصد کے لئے مکہ میں بغیر احرام کے داخل ہو سکتے ہیں، موقع کو غنیمت جان کر عمرہ کر لے تو بہتر ہے یہ فرد کی صوابدید پر ہے۔

اس وقت حرمین شریفین کی نگرانی اور انتظام سعودی حکومت کی ذمہ داری ہے جہاں پر نماز کا انتظام قائم ہے اور شریعت اسلامیہ کے نفوذ کا اعلان عام ہے، چار ائمہ میں سے تین کے یہاں نرمی ہے اس لئے حاکم کی حکومت کے مفتی کا فتوی خلاف شرع نہیں ہے اور حاکم کا حکم مسائل مجتہد فیہ میں اختلاف کو ختم کر دیتا ہے۔ جیسا کہ یہ اصول ظاہر کر رہا ہے۔

ان حکم الحاکم رفع الخلاف فی الامور المجتھد فیہ (مجلہ حج و عمرہ ص ۱۷۹) اگر حاکم مختلف فیہ مسائل میں فیصلہ کر دے تو اس کا فیصلہ اختلاف کو ختم کر دیتا ہے) بحوالہ تکملہ فتح الملھم)

۹۔ فقہائے احناف حرج و مشقت کی رعایت ہونے کی اجازت دیتے ہیں۔ (مجلہ حج و عمرہ ص ۱۲۶، ۲۱۷، ۲۳۱ وغیرہ) اس اجازت کی روشنی میں غور فرمائیے۔

سواء العاکف فیہ والباد (حج: ۲۵) برابر ہے اس میں رہنے والا اور باہر سے آنے والا)
اس آیت سے مندرجہ ذیل نکات نکلتے ہیں۔

(الف) جو رخصت وسہولت میقات کے اندر رہنے والوں کے لئے ہے وہی رخصت باہر والوں کے لئے بھی ہونی چاہیے اس لئے کہ دونوں برابر ہیں، دونوں کے حقوق یکساں ہیں۔

(ب) مدینہ منورہ سے آنے والوں کی میقات "ذوالحلیفہ" ہے چند سال پہلے تک یہ میقات شہر سے دور تھی لیکن اب آبادی بڑھتے بڑھتے میقات کے اندر (مکہ مکرمہ) کی جانب) آگئی ہے، جو اشخاص میقات کے اندر رہتے ہیں وہ بغیر احرام کے جائیں گے اور جو تھوڑے ہی فاصلے پر میقات کے باہر ہیں وہ احرام باندھ کر جائیں گے، میقات کے باہر رہنے والوں کے لئے احرام کی شرط حرج پیدا کرے گی، جب کہ اس کا پڑوسی ساتھی چند گز کے فاصلہ پر رہنے سے بغیر احرام کے جائے گا، ایسا ممکن ہے کہ ایک ہی شہر ہونے سے ادھر اور ادھر کے لوگ مل کر ایک گاڑی میں جائیں، اس کا آسان حل توسع اختیار کرنے میں ہے یعنی یہ کہ جس طرح میقات کے اندر رہنے والے بغیر احرام کے جاتے ہیں اسی طرح میقات کے باہر سے آنے والوں کو بھی بغیر احرام کے مکہ میں داخل ہونے کی اجازت ہونی چاہیے۔

(ج) بحرین، دمام، ریاض وغیرہ سے جدہ جانے والے لوگ مکہ مکرمہ کے راستہ سے ہوتے ہوئے جاتے ہیں اور بعض اوقات مکہ مکرمہ کے قریب آکر سیدھے جدہ جانے کے بجائے کچھ دیر کے لئے رک جاتے ہیں، اسی اثناء کبھی حرم مکی کے قریب جگہ ملتی ہے اور اذان سن کر حرم مکی کی طرف دوڑ پڑتے ہیں وہ چونکہ میقات کے باہر سے چلے ہیں اور حرم میں داخل ہو رہے ہیں اس لئے اگر احرام کی شرط لگائی جائے تو وہ یا تو حرم نہ جائیں یا چلتے ہوئے احرام کی حالت میں داخل ہوں یا داخل ہونے کی وجہ سے (بغیر احرام کے) دم دیں، جو کہ مناسب نہیں لگتا، مسئلہ کا حل صرف اور صرف توسع میں ہے۔

(د) مکہ مکرمہ ماشاءاللہ کافی بڑا شہر ہے اور تجارتی اعتبار سے کافی اہمیت کا حامل ہے اندرون وبیرون ملک سے بے شمار لوگ آتے جاتے ہیں ہر آنے والا عمرہ ادا کرنے کی حالت

میں نہیں ہوتا اس لئے اس پر عمرہ کی شرط عائد کرنا اس کے لئے کھلا حرج ہے ایسی صورت میں اس کی سہولت اور صورتحال کے مطابق احرام باندھنے کو اس کی صوابدید پر چھوڑ دینا زیادہ مناسب ہے۔

(ہ) آج کل زائرین کا اژدہام بہت زیادہ رہتا ہے اسی وجہ سے سعودی حکومت نے درست اور صحیح انتظامات کو برقرار رکھنے کی خاطر سعودیہ میں مقیم مسلمانوں کو ہر سال حج کرنے سے روکا ہے اور فقہ اکیڈمی نے اس کی تائید بھی کی ہے، اگر ہر آنے والا عمرہ کرے گا تو سال بھر اژدہام رہے گا اور پہلی دفعہ آنے والے یا صرف عمرہ کی غرض سے آنے والے معتمرین کو بجا طور پر تکلیف ہوگی، زائرین حرم کی راحت کے لئے میقات کے باہر مقامی حضرات کا عمرہ نہ کرنا بہتر ہوگا۔

(و) امام غزالیؒ نے "احیاء العلوم" میں ابن حاکم کے حوالے سے بروایت ابن عمر رضی اللہ عنہ لکھا ہے "خانہ کعبہ کا طواف بہت کیا کرو کہ وہ بڑی بزرگ چیزوں میں سے ہے" اور بیہقی کے حوالہ سے بروایت ابن عباس رضی اللہ عنہ لکھا ہے کہ "اس گھر پر (حرم مکی پر) ہر روز ایک سو بیس رحمتیں اترتی ہیں، ۶۰ طواف کرنے والوں کے لئے، ۴۰ نماز پڑھنے والوں کے لئے اور ۲۰ اس کو دیکھنے والوں کے لئے" لہذا عمرہ کرنا ضروری قرار نہ دینا ہی زیادہ مناسب اور بہتر ہے۔

ی۔ توسع اختیار کرنے میں مکہ کے رہنے والوں کے لئے اشہر حج میں میقات کے باہر سے آنے میں کوئی دشواری نہیں رہے گی۔

کثرت سے لوگ بعد عمرہ تمتع مدینہ طیبہ جاتے ہیں، امام ابوحنیفہؒ کے قول کے مطابق واپسی میں عمرہ قباحت رکھتا ہے (مجلہ حج وعمرہ ص ۵۷) اگر احرام والی شرط عائد کی جائے تو مدینہ طیبہ جانے والے ہر حاجی کو احرام ساتھ رکھنا ہوگا تاکہ واپسی میں وہ احرام باندھ کر مکہ مکرمہ پہنچے اور اگر بھول جائے تو دم دیں (ہندوستان کے حاجیوں کے لئے اضافی دم دینا بہت مشکل ہے) یا پہلے کے عمرہ کو بھول جائیں اور مدینہ طیبہ سے واپسی پر نئے سرے سے تمتع کی نیت کرے، ہمارے مسائل کا حل اس میں ہے کہ جو حج وعمرہ کا ارادہ رکھتا ہے وہ احرام باندھ کر آئے ورنہ اس کو اختیار ہے۔

۱۰۔ جو لوگ احرام باندھ کر داخل ہونے میں مشقت محسوس کرتے ہیں ان کے لئے

بعض حیلے اختیار کرنے کی اجازت حنفی کتب میں مذکور ہے مثلاً "عنایہ" "کفایہ" اور "شامی" (مجلہ حج وعمرہ ص:۱۳۹، ص ۱۲۶)

حیلہ اختیار کرنے میں جو تکلف ہے وہ ظاہر ہے۔

مزید لکھتے ہیں کہ "حیلہ کو ایک مستقل عمل بنالینا درست نہیں لگتا اس سے دین کے بازیچۂ اطفال بن جانے اور شریعت کے اوامر ونواہی کی بابت بے حسی وبے احترامی پیدا ہونے کا اندیشہ ہے۔

حیلہ کو اختیار نہ کرتے ہوئے احرام کی شرط عائد نہ کرنا مناسب معلوم پڑتا ہے جس کی واضح گنجائش ہے۔

۱۱۔ موجودہ حالات میں جب کہ تجار، دفاتر میں کام کرنے والے، ٹیکسی چلانے والے اور دیگر پیشہ ورانہ کام کرنے والے کبھی ہر روز، کبھی ہر دوسرے تیسرے دن اور بعض لوگ ایک دن میں کئی دفعہ حرم میں داخل ہوتے ہیں ایسی حالت میں اس طرح کے لوگوں کو ہر بار احرام اور ادائے عمرہ کی پابندی بے حد مشقت طلب اور دشوار ہے اس لئے ان حضرات کے لئے بغیر احرام باندھے حدود حرم میں داخلہ کی گنجائش ہوگی۔ (مجلہ حج وعمرہ)

بے شمار افراد ان گنت ضرورتوں کے تحت صبح وشام مختلف حیثیتوں اور شکلوں میں آتے جاتے ہیں اور قیامت تک یہ سلسلہ جاری رہے گا ہم کسی صورت میں آنے جانے والوں کے بار بار داخل ہونے کو کسی ضابطہ میں محدود نہیں کرسکتے، کسی کو رخصت دینا کسی کو نہ دینا ایک مشکل کام ہو کر رہ جائے گا، اوپر کے فیصلہ کو تسلیم کرنے والے دو علماء کے درمیان رخصت دینے اور نہ دینے کے معاملہ میں اختلاف ہونا یقینی ہے، جو حرج بار بار آنے والا محسوس کرتا ہے وہی حرج کبھی کبھی آنے والا بھی محسوس کرتا ہے ان ساری دشواریوں کا بہترین حل یہی ہے کہ جو حج وعمرہ کا ارادہ رکھتا ہو وہ احرام باندھے ورنہ ہر وہ شخص جو حرم میں داخل ہونا چاہتا ہے وہ حرم کے شایان شان اپنے جذبات کو حرم کی تاریخ ودرس سے ہم آہنگ کرکے آتا جاتا رہے۔

اس کا درس یہ ہے:

انی وجهت وجهی للذی فطر السموات والارض حنیفا وما انا من المشرکین۔ (انعام:۷۹)

میں نے متوجہ کرلیا اپنے منہ کو اسی کی طرف جس نے بنائے آسمان اور زمین سب سے یکسو ہوکر اور میں نہیں ہوں شرک کرنے والا۔

"قل ان صلاتی ونسکی ومحیای ومماتی لله رب العلمین لا شریک له وبذلک امرت وانا اول المسلمین" (انعام:۱۶۲، ۱۶۳)

کہہ دو، یقیناً میری نماز اور میری قربانی اور میرا جینا اور مرنا اللہ ہی کے لئے ہے جو پالنے والا سارے جہاں کا ہے کوئی نہیں اس کا شریک اور یہی مجھ کو حکم ہوا اور میں سب سے پہلا فرمانبردار ہوں۔

عبادت کی یہ روح مطلوب ومقصود ہے، حضرت ابوموسیٰ اشعری فرمایا کرتے تھے کہ میرا دل چاہتا ہے کہ ہر مسلمان اس آیت کو بار بار پڑھا کرے اور اس کو وظیفہ زندگی بنالے۔ (معارف القرآن: بحوالہ تفسیر در منثور)

۱۲۔ اوپر نکتہ نمبر ۳ میں جو متفق علیہ روایت پیش کی گئی ہے اس سے یہ بات واضح ہے کہ میقات کے اندر رہنے والوں کے لئے احرام باندھنے کی جگہ ان کے گھر ہیں۔

احناف یہ کہتے ہیں کہ میقات سے بغیر احرام کے گزرنا منع ہے اور اس کی دلیل "لا یجاوز الوقت الا باحرام" (میقات سے احرام کے ساتھ ہی گزر سکتے ہیں) دی جاتی ہے۔

اس حدیث میں میقات کے اندر رہنے والوں یا باہر رہنے والوں کی صراحت نہیں ہے جب کہ احناف احرام کی شرط میقات سے باہر رہنے والوں پر ہی عائد کرتے ہیں اس لئے ایسی احادیث کو حج وعمرہ کرنے والوں کے حق میں ماننا زیادہ قرین صواب معلوم ہوتا ہے، حج وعمرہ کا ارادہ ہو جانے پر چاہے وہ میقات سے اندر رہتا ہو یا باہر، احرام باندھ کر ہی داخل ہوگا ورنہ نہیں، ٹھیک یہی بات مولانا سید اسرار الحق سبیلی صاحب نے بھی لکھی ہے۔ (مجلہ حج وعمرہ ص ۴۷)

☆☆☆☆☆

شبہات حول السنۃ

ابوعلی الجبائی اور احادیث

ابو عارض فلاحی

محمد بن عبدالوھاب ابوعلی الجبائی معتزلہ کے مشہور امام گزرے ہیں۔ آپ اخبار آحاد کی حجیت کے منکر تھے۔ اور حدیث کی صحت کیلئے اس کے دو طرق سے مروی ہونے کو شرط قرار دیتے تھے۔

ابوحفص عمر المیانجی نے اپنی کتاب "ما لا یسع المحدث جھلہ" میں اس کی نسبت امام بخاری کی جانب کی ہے۔ اور اسی طرح قاضی ابوبکر بن العربی نے بخاری کی شرح میں اسے امام بخاری کی شرط قرار دیا ہے (نزھۃ النظر، ص ۱۱) لیکن صحت حدیث کے لئے اس کے دو طرق سے مروی ہونے کو شرط قرار دینا امام بخاری کا مسلک نہیں تھا اس کی سب سے واضح دلیل بخاری شریف کی سب سے پہلی حدیث ہے۔ جس کی روایت کرنے میں عمر فاروق رضی اللہ عنہ اور پھر آپ کے بعد کے راوی بھی منفرد ہیں۔

طبقہ صحابہ میں سے اس حدیث کی روایت صرف عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اور آپ سے روایت کرنے میں علقمہ منفرد ہیں۔ علقمہ سے صرف محمد بن ابراہیم نے اس حدیث کو بیان کیا ہے اور پھر اس کی روایت محمد بن ابراہیم سے صرف یحییٰ بن سعید نے کی ہے۔ (نزھۃ النظر ص ۱۳)

ابوعلی الجبائی کی رائے سے مشہور معتزلی عالم ابراہیم بن اسماعیل بن علیہ بھی متاثر تھے۔ اور عصر حاضر کے متعدد محققین بھی اس رائے سے متاثر نظر آتے ہیں۔

دلائل:۔ ابوعلی الجبائی اور آپ کے ہم نوا لوگوں کی دلیل خلفاء راشدین کا متعدد احادیث میں راویوں سے شہادت اور گواہ طلب کرنا ہے۔ چند واقعات ملاحظہ ہوں۔

(۱) قبیصہ بن ذؤیب روایت کرتے ہیں کہ ایک دادی ابوبکر رضی اللہ کے پاس ترکہ میں اپنی وراثت کی طلبگار ہوئی۔ آپ نے فرمایا: میں کتاب الٰہی میں تمہارا کوئی متعین حصہ نہیں پا رہا ہوں۔ اور اس بابت آپ ﷺ کا کوئی قول بھی مجھے یاد نہیں آرہا ہے۔ پھر آپ نے صحابہ کرام سے

پوچھا تو مغیرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں نے آپ ﷺ کو دادی کو ۱/۶ دیتے ہوئے سنا ہے۔ تو ابوبکرؓ نے پوچھا کیا اس معاملہ میں آپکا کوئی گواہ موجود ہے؟ اسپر محمد بن مسلمہ نے گواہی دی تو ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اس فیصلہ کو نافذ فرمایا۔ (الموطا ج ۲ ص ۵۱۳)

(۲) مسور بن مخرمہ روایت کرتے ہیں۔ عمر فاروق رضی اللہ جنین کے اسقاط پر واجب ہونے والی دیت سے متعلق صحابہ رضی اللہ سے مشورہ کیا تو مغیرہ بن شعبہ نے فرمایا: میں نے آپ ﷺ کو اس مسئلہ میں ایک غلام یا باندی بطور دیت فیصلے فرماتے ہوئے سنا۔ عمر رضی اللہ عنہ نے کہا اس فیصلے کا کوئی اور شاہد لاؤ، چنانچہ محمد بن مسلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے گواہی دی۔ (صحیح مسلم ج ۳ ص ۱۳۱۱)

یہ اور اسطرح کے بعض دیگر واقعات سے استشہاد کرتے ہوئے ابوعلی الجبائی اور آپ کے ہم خیال لوگوں کا یہ خیال ہے کہ خلفاء راشدین کسی بھی حدیث کو اسوقت تک قبول نہ کرتے تھے جب تک کہ وہ حدیث دو طرق سے مروی نہ ہو۔

خلفاء راشدین کی جانب اس شرط کی نسبت درست نہیں۔ ان کا مقصد محض تثبت و احتیاط تھا۔ نیز کثرت طرق کی جانب ترغیب بھی مقصود تھی۔ چنانچہ متعدد واقعات میں صحابہ کرامؓ نے اخبار آحاد کو بلا کسی شرط کے قبول فرمایا ہے۔ تو اگر کسی حدیث کی مقبولیت کے لئے دو راویوں سے اس کا مروی ہونا شرط ہوتا تو آخر وہ متعدد اخبار آحاد کو قبول کیسے کرتے۔ چند واقعات ملاحظہ ہوں:

(۱) سعید بن المسیب کہتے ہیں کہ عمر فاروق رضی اللہ نے یہ فیصلہ دیا تھا کہ دیت عاقلہ کا حق ہے عورت اپنے شوہر کی دیت میں وارث نہ ہوگی۔ لیکن جب ضحاک بن سفیان رضی اللہ نے آپ کو نبی اکرم کے اس فیصلے سے باخبر کیا کہ آپ ﷺ نے اشیم الضبابی کی بیوی کو ان کی دیت میں وارث بنایا تھا تو عمر فاروق رضی اللہ نے اس خبر واحد کو قبول کر کے اسکے مطابق عمل فرمایا۔ (الرسالۃ فقرہ رقم ۱۱۷۲ ص ۴۲۶)

(۲) عمر فاروق رضی اللہ عنہ ایک مجنونہ زانیہ کو رجم کرنے کا حکم دیا۔ اور جب آپ کو نبی

اکرم ﷺ کا یہ فیصلہ حضرت علی رضی اللہ نے سنایا" رفع القلم عن ثلاثة "تین افراد مرفوع القلم ہیں ان میں ایک مجنون بھی ہے تو آپ نے اس خبر واحد کو قبول فرماتے ہوئے اسے رجم نہ کرنے کا حکم دیا۔ (الجامع الصغیر ج ۲ ص ۲۲)

(۳) ابوبکر صدیق رضی اللہ کا دادی کی میراث کے بارے میں حضرت مغیرہ رضی اللہ سے انکی روایت پر گواہ طلب کرنے کا واقعہ سنداً منقطع ہے۔ ابن حزم نے اس واقعہ کو ضعیف قرار دیا ہے۔ (الاحکام ابن حزم ج ۲ ص ۱۴۱) لہٰذا کسی صحیح حدیث سے یہ بات ثابت نہیں ہے کہ آپ نے اخبار آحاد کیلئے مذکورہ بالا شرط لاگو کی ہو بلکہ اسکے برعکس لیکن رسول ﷺ کے معاملہ میں آپ نے حضرت عائشہ رضی اللہ کی خبر واحد کو قبول فرمایا (الاجماع ج ۲ ص ۱۲)

حضرت عثمان رضی اللہ بھی اخبار آحاد کو حجت مانتے تھے۔ شوہر کی وفات کے بعد انکی عدت کے متعلق انہوں نے فریعہ بنت مالک کی روایت کے مطابق فیصلہ فرمایا اور انحالا گر وہ روایت کرنے میں منفرد تھیں۔ (سبل السلام ج ۳ ص ۱۰۳)

حضرت علی رضی اللہ نے بھی حکم مذی کے متعلق مقداد بن اسود کی خبر پر عمل فرمایا (مسند احمد حدیث رقم ۹۶۲)

مذکورہ بالا روایات سے یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہو جاتی ہے کہ خلفاء راشدین اخبار آحاد کو بلا کسی شرط وقید کے حجت مانتے تھے۔ انکے نزدیک کسی بھی روایت کی مقبولیت کے لئے دو طرق سے مروی ہونا شرط نہ تھا۔ بعض واقعات میں دوسرے گواہ کو طلب کرنے کا مقصد محض تثبت واحتیاط تھا۔ جیسا کہ عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ابو موسیٰ الاشعری سے گواہ طلب کرنے کے بعد فرمایا تھا "أما انی لم أتهمك ولكني خشيت أن يتقول الناس علی رسول الله ﷺ" (الموطا مالک ج ۲ ص ۹۶۴)

☆☆☆☆☆☆☆

☆☆☆☆☆

مذاہب عالم

بدھ مت کے فرقے

(۳)

انیس احمد فلاحی

عہد افتراق بدھ مت کے دوسرے اجتماع میں روایت پرستوں کے غلبہ اور آزاد خیالوں پر کفر کا فتویٰ صادر کرنے کے نتیجے میں بدھ مت دو فرقوں میں تقسیم ہو گیا اور اشوک کے آتے آتے تقریباً اٹھارہ فرقوں میں بٹ گیا البتہ مشہور فرقے تین ہیں۔

۱۔ ہنایان۔ ہنایان کے لغوی معنی چھوٹی سواری کے آتے ہیں۔

اس فرقے کی نمایاں خوبیاں اور اہم امتیازات درج ذیل ہیں۔

(الف) یہ فرقہ ذات باری، روح اور الہام کا منکر ہے۔

(ب) یہ فرقہ بدھ کو انسان مانتا ہے وہ ایک ماں باپ سے پیدا ہوئے البتہ مراقبہ اور سخت ریاضت کی بنا پر انہیں نروان حاصل ہو گیا تھا اس لیے وہ تقدس واحترام اور آچاریہ عشق کے لقب کے حقدار ہیں۔

(ج) یہ فرقہ تیسری بدھ کونسل کی قراردادوں پر اعتقاد کرتا ہے۔

(د) اس فرقے کے نزدیک ہر شخص کو نروان حاصل کرنے کے لیے خود جدوجہد کرنا چاہیے۔ گوتم بدھ کہتے ہیں: "اپنے علاوہ کسی اور سے پناہ طلب نہ کرو۔"

(ہ) اس فرقے کی مذہبی کتابیں پالی زبان میں ہیں۔ اور یہ تین کتابوں کا مجموعہ ہیں جسے ترپٹک یعنی Trepitak کہتے ہیں یہ فرقہ جنوبی ہندوستان اور سری لنکا میں پایا جاتا ہے۔

۲۔ **مہایان:** کے لغوی معنی بڑی سواری، بڑا بار اٹھانے والا۔ یہ نام اس لیے پڑا کیونکہ اس میں بہت سے عقیدوں اور رسوم کا بار اٹھانے کی صلاحیت تھی۔

اس فرقے کی نمایاں خوبیاں اور اہم امتیازات درج ذیل ہیں۔

۱۔ یہ فرقہ گوتم بدھ کو نور مجسم مانتا ہے، وہ در حقیقت عقل الٰہی تھے جو انسان کے روپ میں

اس دنیا میں آئے تھے۔

۲۔ اعلیٰ ترین روحانی مقاصد کے حصول کے لیے سخت قسم کی ریاضتوں اور علمی مہمات کا سر کرنا مطلق ضروری نہیں محض بدھا پر ایمان اور دینداری ہی نروان کے حصول کے لیے کافی ہے۔

۳۔ بدھ مذہب ایک فلسفیانہ مذہب تھا لیکن دھیرے دھیرے برہمی مت کے زیر اثر یہ فرقہ مقدس بدھ ہستیوں کی پرستش کو ذریعہ نجات سمجھنے لگا۔

۴۔ گوتم بدھ کی تین صورتیں ہیں، جنھیں تری کایا یا اشکال ثلاثہ کہتے ہیں: (۱) پہلی صورت میں تو وہ روح بدھ "دھرم کایا" کی حیثیت سے حقیقت اعلیٰ کا مترادف ہے۔

بدھ کی دوسری صورت سمبھوگ کایا ہے اس میں "روح بدھ" ملکوتی دنیا کی ہدایت کے لیے مخصوص نورانی بدھاؤں کی صورت میں ظاہر ہوتی ہے، بدھ کی تیسری صورت ان آسمانی نورانی بدھوں کا اس مادی دنیا میں ظہور ہے جو بظاہر ایک مادی جسم (نرمان کایا) کی صورت میں ہوتا ہے۔

۵۔ یہ فرقہ بودھی ستوا کے تصور پر یقین رکھتا ہے یعنی اس کائنات میں ایسی ہستیاں ہیں جنھوں نے روحانیت کے اعلیٰ مدارج طے کر لیے ہیں اور نروان کے پوری طرح مستحق ہیں لیکن دوسرے انسانوں کو نروان سے ہمکنار کرنے کے لیے مخلوقات کی اعانت میں لگے ہوئے ہیں، اور یہ عہد کر رکھا ہے کہ جب تک سب کو نروان سے ہمکنار نہ کر لیں گے خود مکمل بدھ نہیں بنیں گے۔

غالباً یہ فرقہ راجہ کنشک کے عہد میں اپنی بنیادوں کو مضبوط کر سکا، اور اس کے اصول وضوابط چوتھی کونسل میں متعین ہو سکے، یہ فرقہ شمالی ہندوستان، تبت، منگولیا، چین اور جاپان میں پایا جاتا ہے، اور ان ممالک کی مذہبی روایات اور سماجی ثقافتوں سے کافی متاثر ہے، اس فرقے کی اہم کتاب Dimond Sutra اور Lanka Vtara Sutra ہے۔

۳۔ زین بدھ مت: زین بدھ مت کا آغاز چین میں ہوا اور جاپان جا کر یہ زیادہ پھیل گیا اور بدھ مت کی یہ شکل مغرب میں زیادہ معروف ہے۔ ایک مذہبی روایت کے مطابق گوتم بدھ کا ایک چیلا ایک سنہرے پھول کا تحفہ لے کر اس کے پاس آیا اور اس سے اپنی تعلیمات کے راز سربستہ کو بیان کرنے کی درخواست کی گوتم نے وہ پھول اس سے لے لیا اسے اونچا اٹھائے رکھا اور مرتکز توجہ اور خاموشی کے ساتھ اس پر نظریں جمائے رہا اپنے اس فعل سے اس نے یہ بات واضح کی کہ اس کی تعلیم کا راز الفاظ میں نہیں بلکہ خود پھول پر غور کرنے کے عمل میں

پوشیدہ ہے زین عقیدہ کے بارے میں لوگوں کا ایمان ہے کہ وہ اس کے مخفی عمل سے ظہور میں آیا ہے اور جاپانی زبان میں لفظ زین کا مفہوم ہے۔ غور وفکر زین کا مقصود مطمح ہے بصیرت یا روشنی اسی طرح کی بصیرت جیسی گوتم بدھ کو گیان ورکش کے نیچے حاصل ہوئی تھیں، زین یہ سبق دیتا ہے کہ لوگ غور وفکر اور گیان دھیان سے روشنی پا سکتے ہیں۔

بدھ عبادات: بدھ مذہب میں عبادات کا کوئی معروف متعین طریقہ نہیں ہے البتہ وہ اپنے جذبات کا اظہار درج ذیل دو طریقوں سے کرتے ہیں:

۱۔ گوتم بدھ کے حسن وجمال اور کمال وعظمت پر حمد وثنا بیان کرنا۔

۲۔ تنہائی اور مجمع میں گوتم بدھ کے ذکر اور تصور سے لذت حاصل کرنا اور دوسری زندگی میں گوتم بدھ کی طرح ہو جانے کی دعا کرنا۔

بدھ راہبوں کے یہاں بدھ کے ناموں کا تذکرہ اور تصور اعلیٰ ترین عبادت ہے۔ وہ بدھا کے لیے اپنی عقیدت کا اظہار یوں کرتے ہیں۔

"تعریف اس کے لئے ہے بابرکت ذات، اعلیٰ وافضل، پوری طرح باخبر ذات، میں اس معبود کامل بدھ کے لئے سجدہ کرتا ہوں جن کے اوپر پوری دنیا منکشف ہوگئی تھی۔ (یہ جملہ تین بار دہرایا جاتا ہے) میں بدھا کی ذات کی طرف پناہ کے لئے رجوع کرتا ہوں۔

میں دین کی طرف پناہ کے لئے رجوع کرتا ہوں۔

میں راہبوں کی برادری سے پناہ کے لئے رجوع کرتا ہوں۔

یہ تینوں کلمات تین بار ادا کئے جاتے ہیں۔

میں جان کے ضیاع سے پرہیز کرنے کا عہد کرتا ہوں۔

میں چوری نہ کرنے کا عہد کرتا ہوں۔

میں جنسی بے راہ روی سے محترز اپنے کے قول کی پابندی کا عہد کرتا ہوں۔

میں غلط بیانی سے پرہیز والے قول کی پابندی کرنے کا عہد کرتا ہوں۔

میں کشید کی ہوئی اور خمیر اٹھائی ہوئی اشیاء سے حاصل کردہ شرابوں سے پرہیز کرنے کا عہد کرتا ہوں۔

☆☆☆

جامعہ کے لیل ونہار

ادارہ

ڈاکٹر یوگیندر سکند کا خطاب ڈاکٹر یوگیندر صاحب بنگلور کے رہنے والے ایک دیانت دار اسکالر ہیں، اسلام اور اسلامی تحریکات کے تعلق سے آپ کا مطالعہ کافی عمیق ہے، آپ نے تبلیغی جماعت پر ڈاکٹریٹ کی ڈگری حاصل کی ہے۔ فی الحال مدارس کے تعلق سے پھیلائی گئی بدگمانیوں کے ازالے کے لئے ایک کتاب لکھ رہے ہیں۔ اس تعلق سے جب آپ جامعہ تشریف لائے تو آپ سے استفادہ کے لئے تبلیغی جماعت پر آپ سے ایک لکچر دینے کی درخواست کی گئی، ۲۰۰۳/۳/۲۹ء کو ابو الیث ہال میں موصوف نے تبلیغی جماعت کے پس منظر اور اسباب تاسیس پر توضیحی خطبہ دیا، موصوف نے فرمایا کہ میوات کے آس پاس کے علاقے میں آریہ سماج کے بڑھتے ہوئے اثرات اور ارتداد کی لہروں پر بند لگانے کے لئے مولانا الیاس مرحوم صاحب نے تبلیغی جماعت کی بنیاد رکھی تھی البتہ مرحوم کے انتقال کے بعد تبلیغی جماعت چھ باتوں ہی تک محدود ہوکر رہ گئی، حالاں کہ مرحوم کے نزدیک ابھی یہ ابتدائی اور پہلا مرحلہ تھا، تبلیغی جماعت کی خوبیوں اور اس پر کئے گئے اعتراضات کا بھی آپ نے معروضی انداز سے ذکر کیا اور بتایا کہ یہ لوگ فضائل کے بیان پر اکتفا کرتے ہیں مسائل کا تذکرہ نہیں چھیڑتے، یہی وجہ ہے کہ میوات کے علاقے میں تبلیغی جماعت کو پھلنے پھولنے کا خوب موقع ملا۔

تقریب تقسیم انعامات ۲۰۰۳/۴/۶ء کو ابو الیث ہال میں جمعیۃ الطلبہ کی جانب سے تقسیم انعامات کی ایک تقریب منعقد ہوئی جملہ شعبہ جات کے ممتاز طلبہ کے علاوہ اخلاقی لحاظ سے فائق طلبہ کو بھی انعامات سے نوازا گیا، کھیل کے مختلف مقابلوں میں کامیاب ہونے والی ٹیموں کو بھی انعامات دیے گئے یہ انعامات مہتمم تعلیم وتربیت مولانا رحمت اللہ الاثری صاحب کے ہاتھوں تقسیم پائے، اخلاقی وتعلیمی لحاظ سے فائق درج ذیل طلبہ کو انعامات دیے گئے۔

۱۔ عزیزم محمد عاطف سلمہ علیہ منزل (شعبہ حفظ) مثالی اخلاق وکردار کی بنا پر

۲۔ عزیزم ابو الحسن سلمہ عربی چہارم (حسن البناء منزل) 〃 〃 〃

۳۔ عزیزم محمود الریاض سلمہ عربی پنجم (مودودی منزل) 〃 〃 〃

۴۔ عزیزم طفیل احمد عربی سوم 〃 بحیثیت مقرر

۵۔ عزیزم مصباح الباری سلمہ لائبریری جمعیۃ الطلبہ سے سب سے زیادہ استفادہ کرنے والے طالب علم کی حیثیت سے

۶۔ عزیزم نذیر احمد سلمہ عربی ہفتم مرکزی لائبریری سے سب سے زیادہ استفادہ کرنے والے طالب علم کی حیثیت سے

۷۔ عزیزم قمر عالم سلمہ ممتاز شعبہ اعلیٰ

۸۔ عزیزم کلیل احمد مشر ممتاز شعبہ ثانوی

۹۔ عزیزم عبد اللہ سلمہ ممتاز شعبہ ابتدائی

مولانا رضاء اللہ مبارکپوری کے جنازے میں وفد جامعہ کی شرکت

مرکزی جمعیۃ اہل حدیث کے نائب امیر اور جامعہ سلفیہ بنارس کے شیخ الجامعہ کی وفات کی خبر جامعہ میں بڑے دکھ وغم کے ساتھ سنی گئی، وفات کی خبر سن کر دس اساتذہ پر مشتمل ایک وفد موصوف کے جنازے میں شرکت کے لئے آپ کے آبائی وطن مبارک پور گیا، دوسرے دن جامعہ میں ایک تعزیتی نشست منعقد ہوئی جس کی تفصیلات اگلے شمارے میں ہدیۂ قارئین کی جائیں گی۔

جناب نسیم احمد صاحب وائس چانسلر مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کی جامعہ تشریف آوری

اوائل اپریل میں پلس پولیو مہم کے تحت جب جناب نسیم احمد صاحب اعظم گڑھ تشریف لائے تو ذمہ داران جامعہ کی درخواست پر ۲۰۰۳/۴/۴ء کو آپ جامعہ بھی تشریف لائے، موصوف کے استقبال واعزاز میں طلبہ واساتذہ کی ایک نشست کا اہتمام کیا گیا۔ اس مناسبت سے طلبہ کے ایک تعلیمی مظاہرے کا بھی پروگرام تھا، وقت کی کمی کی بناء پر اسے انتہائی مختصر کرنا پڑا ازاں بعد ناظم جامعہ جناب مولانا ابو البقاء صاحب ندوی نے آپ کو خوش آمدید کہتے ہوئے علی گڑھ تحریک کا مختصر تعارف پیش کیا اور علی گڑھ اور جامعۃ الفلاح کے درمیان تعلق پر روشنی ڈالی۔

محترم وائس چانسلر صاحب نے طلبہ واساتذہ کو خطاب کرتے ہوئے کہا: کہ "جامعۃ الفلاح کی شہرت ہندوستان کے باہر تک ہے، اس ادارے کا مسلم یونیورسٹی سے گہرا تعلق ہے، اس ادارے سے فارغ طلبہ علی گڑھ مسلم یونیورسٹی کے مختلف شعبوں میں اچھے اچھے عہدوں پر فائز ہیں"۔

پھر آپ نے تعلیم کی اہمیت پر روشنی ڈالتے ہوئے فرمایا: تعلیم کسی قوم کی ترقی کا پہلا زینہ ہے "علم مسلمانوں کی میراث ہے۔ علم کے ساتھ دنیا کے چیلنجز کو بھی اگر ہم پیش نظر رکھیں تو دنیا کی قیادت وامامت ہمارے ہاتھوں میں ہوگی، علم ہی وہ واحد ذریعہ ہے جس سے ہماری

پسماندہ قوم فلاح و بہبودی کی طرف چل پڑے گی۔

آخر میں مہتمم تعلیم وتربیت جناب مولانا رحمت اللہ الاثری صاحب نے موصوف کا شکریہ ادا کرتے ہوئے سابق وائس چانسلر جناب سید حامد علی صاحب کی جامعہ آمد کا بھی تذکرہ کیا انھوں نے لڑکیوں کی مستقل تعلیم وتربیت کا نظم دیکھ کر کافی خوشی کا اظہار کیا تھا، اور یہ جان کر انھیں مزید خوشی ہوئی تھی کہ یہاں طالبات شعبہ ثانوی میں سائنس بھی پڑھتے ہیں۔ موصوف نے سائنسی لیب کی خاطر ۵ ہزار کا گراں قدر تعاون بھی پیش فرمایا تھا۔

اظہار تعزیت یہ اطلاع دیتے ہوئے ہمیں بے حد تکلیف ہو رہی ہے کہ برادرم امتیاز احمد فلاحی عنیگ اور لائبریرین کلیۃ البنات نسواں محترمہ نصرت صاحبہ کے والد محترم جناب عبدالحکیم صاحب ۲۳/۳/۲۰۰۳ء کو اس دار فانی سے کوچ کر گئے، مرحوم کینسر کے موذی مرض میں مبتلا تھے علاج کی غرض سے ممبئی بھی تشریف لے گئے لیکن افاقہ نہ ہوا اور قضاء اجل نے گھیرا۔

جامعۃ الفلاح کے ایک سابق خادم جناب عبدالحئی صاحب کی اہلیہ اور آفتاب احمد فلاحی صاحب کی ساس ۱۵/مارچ کو انتقال کر گئیں۔ مرحومہ دیندار اور صوم وصلوٰۃ کی پابند تھیں، جامعۃ الفلاح سے انھیں گہری عقیدت اور قلبی لگاؤ تھا جس کی واضح دلیل آپ کی دونوں بچیوں، محترمہ شبانہ صاحبہ اور محترمہ فرحانہ صاحبہ کا جامعہ سے فضیلت کی تکمیل ہے۔

جامعہ کے ایک ہر دلعزیز خادم جناب عبدالجلیل مرحوم صاحب ۲۸/مارچ ۲۰۰۳ء کو جمعہ اور سنیچر کی درمیانی شب میں اس دار فانی سے کوچ کر گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

ایسے ہی یہ خبر بھی متعلقین جامعہ کے لئے باعث تکلیف ہوگی کہ جناب حافظ احسان الحق صاحب کے چچازاد بھائی مارچ کے وسط میں اس دار فانی سے عالم جاودانی کی طرف کوچ کر گئے، موصوف دیندار اور صوم وصلوٰۃ کے پابند تھے۔

آخر میں یہ خبر بھی جملہ فلاحی برادران کے لئے سوہان قلب وروح ہوگی کہ استاذ محترم، ورکن شوریٰ انجمن طلبہ قدیم، جناب مولانا محبوب عالم صاحب فلاحی کے برادر حقیقی جناب مسعود احمد صاحب ۵ اور ۶/ اپریل کی درمیانی شب میں انتقال کر گئے مرحوم متقی اور صوم وصلوٰۃ کے پابند تھے۔

ادارہ حیات نو پسماندگان کے غم میں برابر کا شریک ہے اور خدا سے دست بدعا ہے کہ وہ مرحومین کی بال بال مغفرت فرمائے، انھیں جنت الفردوس میں جگہ بخشے اور ان کے پسماندگان کو صبر جمیل کی توفیق بخشے۔ آمین

☆☆☆☆